بانگِ وَرا

علاّمہ شفقت فاضلی

بُتوں کے عشق سے شفقتؔ خُدا کا عشق اعلیٰ ہے
یہاں پر رُوسیاہی کی، وہاں پر بادشاہی کی

بانگِ ورا

علامہ شفقت فاضلی

الٰہیات

محشر کا سفر ہو یا جہنم کے مضافات
ان سب پہ ہیں بھاری یہ ترے ہجر کے لمحات
پیچھے تُو خطاؤں کو مری گن کے سنانا
پہلے تُو چُکا اپنی جفاؤں کے حسابات
گر تیری جفاؤں سے بڑھیں میری وفائیں
پھر ختم کرو عرصۂ محشر کے فسادات
آ ساتھ چلیں مل کے ذرا دل کے سفر پر
نہ دل ہی کرے بات نہ ہی آنکھ کرے بات
محسوس ہو اس طرح کہ ہم دونوں نہیں ہیں
احساس کو بھی چھو نہ سکیں اپنے احساسات
مردانہ روی یہ ہے کہ ہم دونوں ہوں شفقتؔ
نہ میری نفی چھوٹے نہ لُوٹیں ترے اثبات

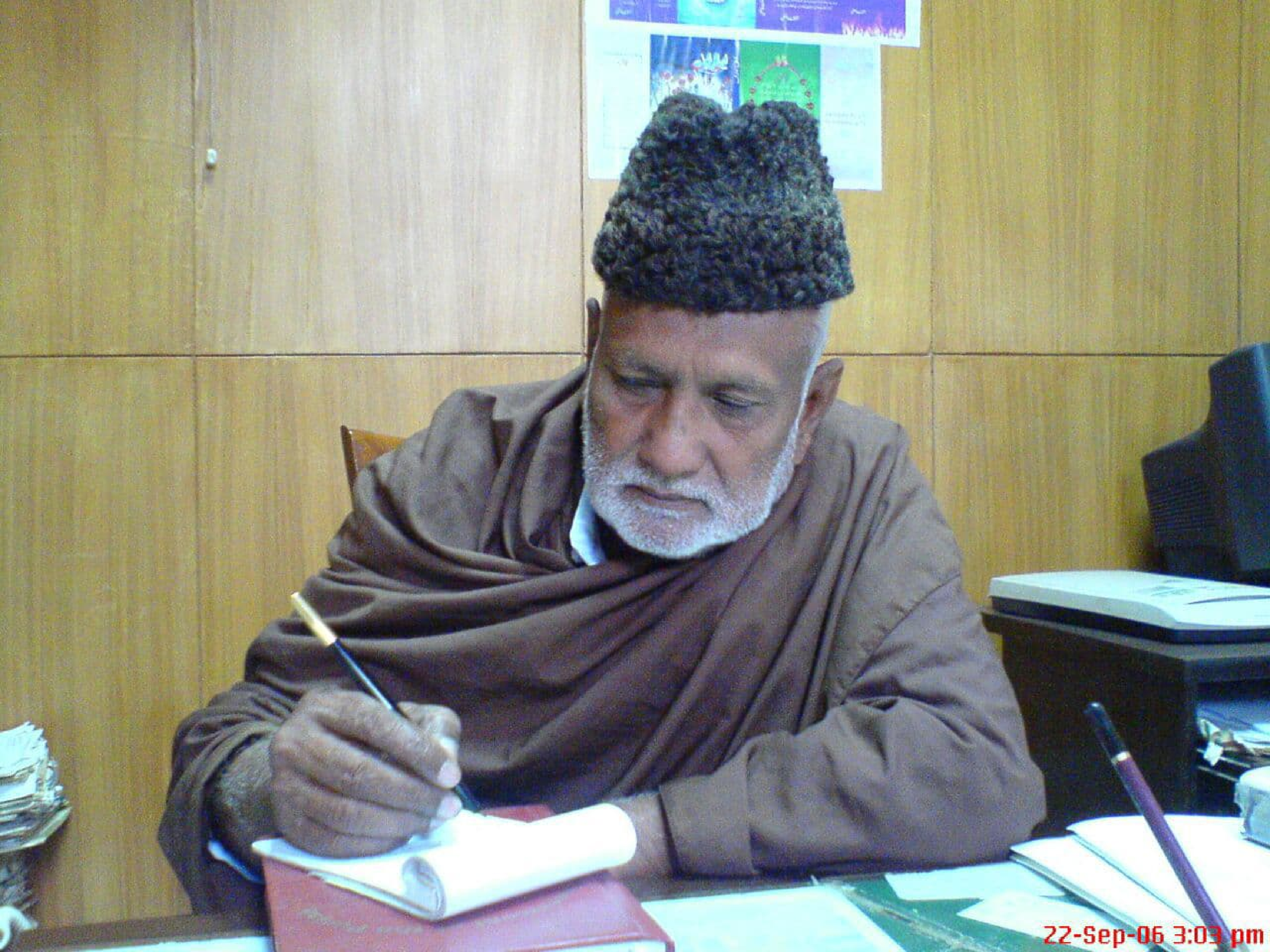
22-Sep-06 3:03 pm

INTERNATIONAL STANDARD BOOK NUMBERING AGENCY
GOVERNMENT OF PAKISTAN, DEPARTMENT OF LIBRARIES

NATIONAL LIBRARY OF PAKISTAN, CONSTITUTION AVENUE, ISLAMABAD—PAKISTAN
PHONES : 9206436, 9206440, 9202544, 9202549 FAX : 221375

فارم نمبر ا

ناشر کا نام اور مکمل پتہ : منظور حسین شفقت فاضلی (مرحوم ومغفور)۔ بانی اسلامی تصوف دانش گاہ عالیہ، المعروف تصوف کی دُنیا۔ محبت کی دُنیا، مسجد الودود، فاضلی روڈ، گلشن الہ دین، عقب کینال کنٹری کلب، رحیم یارخان

کوڈ نمبر :- ISBN 969—

سابقہ شائع شدہ کتب کے لئے معلوماتی فارم

(براہ کرم ہر کتاب کے ہر ایڈیشن کے لئے علیحدہ فارم استعمال کریں)

۱- کتاب کا مکمل عنوان (ٹائٹل) بانگ ورا

۲- کتاب کے اصل مصنف کا (یا مصنفین کے) مکمل نام : علامہ شفقت فاضلی (مرحوم ومغفور)

۳- کتاب کے مترجم/مرتب/ایڈیٹر کا مکمل نام : علامہ شفقت فاضلی (مرحوم ومغفور)

۴- سن اشاعت : 2003ء

۵- ایڈیشن : پہلا ایڈیشن

۶- سائز (حجم) : 8.5 انچ x 5.5 انچ x 0.50 انچ

۷- صفحات : 184 صفحات

۸- تصاویر، نقشہ جات وغیرہ کی تفصیل : ایک تصویر (کتاب کے شروع میں مصنف کی تصویر)۔ کوئی نقشہ نہیں ہے۔

۹- قیمت (اندرون ملک) : 150 روپے قیمت (بیرون ملک) 150 روپے

۱۰- جلد بندی (مجلد/پیپر بیک) مجلد ہارڈ بیک، رنگین ٹائٹل

۱۱- کتنی تعداد میں چھاپی گئی : 500 تعداد

۱۲- کس زبان میں لکھی گئی : اُردو

۱۳- کیا سٹاک میں موجود ہے : جی ہاں موجود ہے

نوٹ : ایڈیشن سے مراد ایسی اشاعت ہے جس میں کتاب کے مواد یا طرز طباعت میں کوئی تبدیلی کی گئی ہو۔
معلومات نامکمل ہونے کی صورت میں نمبر تفویض نہیں کیا جائے گا۔

تفویض شدہ آئی ایس بی این

ISBN —978-969-23523-4-5

دستخط : ____

نام عہدہ و مہر : ____

تاریخ : ____

اول

بانگِ درا

علامہ شفقت فاضلی

ناشر و پبلشر

اسلامی تصوف دانشگاہِ عالیہ المعروف

تصوف کی دنیا

بغداد کالونی محلّہ فاضلیہ۔ رحیم یار خان فون:78072

دوم

حکومت پاکستان وزارت تعلیم کا تفویض کردہ

آئی ایس بی این 8071-44-x

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

مصنف ☆ علامہ ڈاکٹر منظور شفقت فاضلی

مؤلف ☆ میاں سرفراز احمد

اشاعت ☆ مئی 2003ء 5 صد

سرورق: ☆ ایس ایم فاروق

قیمت ☆ ________

مطبع ☆ منظور عام پریس۔ اُردو بازار، لاہور۔

کمپوزنگ ☆ طارق جاوید دانش

ذیشان کمپیوٹرز رحیم یار خان

ناشر وپبلشر

اِسلامی تصوف دانشگاہِ عالیہ المعروف

تصوف کی دنیا

بغداد کالونی محلہ فاضلیہ۔ رحیم یار خان فون: 78072

سوم

سبحان اللہ

شروع اس رحمٰن الرحیم کے نام سے جو لیلیٰ ازل جیسے محبت بھرے خطاب سے پکارے جانے کا حق رکھتا ہے۔ یہی وہ صاحبِ ناز ہے جس کی بابرکت ذات نے حاضر و موجود کو اپنی محبت کے گھیرے میں لے رکھا ہے۔

شفقت فاضلی

اِنتساب

اُن مستانِ خُدا کے نام جن کے دِل دُوزخ کی سنگینیوں اور جنت کی رنگینیوں سے آزاد ہو کر صرف اور صرف اللہ کی محبت میں سرمست و سرشار رہتے ہیں۔ جو اپنی دُعاؤں میں اپنے خُدا سے سوائے خُدا کے اور کچھ نہیں مانگتے۔

شفقت فاضلی

بانگِ درا یا کلیدِ عشقِ خداوندی

دنیا میں خیر وشر کی بنیادیں رکھتے ہی حضرتِ خیر کی سرپرستی اور شر کی مذمت ولعن طعن شروع ہوگئی تھی۔ اللہ حضورؐ سے لے کر ایک ادنیٰ قسم کے بندے تک سب نے ہی شر سے سوتیلے بیٹے کا سا سلوک کیا۔ اس کو کسی نے بھی اچھی نظروں سے نہیں دیکھا۔ جبکہ خیر وشر دونوں ہی اللہ کے پہلوان ہیں۔ ایک ہنساتا ہے، دوسرا رلاتا ہے۔ ایک چھڑاتا ہے، دوسرا پھنساتا ہے۔ دونوں کے پیچھے ہاتھ دراصل حقیقتاً اللہ ہی کا ہے۔

دنیا بھی [illegible] دیکھا
بندوں کو نچاتے ہوئے مولا دیکھا
خدا کہنے کی فرعون میں ہمت تھی کہاں
راتوں کو جسے سجدوں میں روتا دیکھا
آگ لینے کی نیت سے گئے تھے موسیٰؑ
جن کو پھر دید کا کرتے واں تقاضا دیکھا
کہا جسکو کہ افلاک ہیں سب تیرے لیے
چشمِ افلاک نے پتھر اُسے پڑتا دیکھا

حضرت مولانا رومؒ اور حضرتِ اقبالؒ نے اس کے تعارف کے بارے میں کافی دوڑ دھوپ کی ہے، جس کو دورِ حاضر میں علامہ شفقت فاضلی صاحب نے نہایت دلچسپ، حسین اور سحر انگیز انداز میں پیش کیا اور اولاً تعارفی طور پر ایک جامع کتاب بالِ عزازیل شائع کر کے یہ ثابت کر دیا

کہ شر کے بغیر خیر کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ شر ہے تو خیر ہے۔ لہٰذا زندگی کو رواں دواں رکھنے کیلئے خیر کے ساتھ شر کے کردار کو بھی تسلیم کرنا عین فرض ہے۔

گیا عارف یوں منشا تک خدا کی　　یہ دھرتی کیوں لہو سے روسیاہ کی
تبھی تو حق نے زاہدوں کی نہ مانی　　کہ رحمت کو ضرورت تھی گناہ کی

اب اگلی منزل یہ ہے کہ خیر و شر ہی تیری منزل نہیں بلکہ ان دونوں سے نکل اور اپنے رب سے ملاقات کی راہ ڈھونڈ جو تیری اصل منزل ہے اسی منزل کو "بانگِ ورا" نے پیش کیا ہے۔ "بانگِ ورا" بندے کا اللہ کے ساتھ بلاواسطہ بات چیت کرنے کا سلیقہ پیش کرتی ہے اور اسی سلیقے کو عشقِ حقیقی کے حوالے سے اگر سخنِ خداوندی کا نام دیا جائے تو معراج کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ شر کے اسلوب میں اللہ سے ایک نیا اندازِ گفتگو ملاحظہ ہو:۔

میں تجھ سے عیاں ہوں تو نہاں تجھ میں بھی ہوتا
کوئی میرا پتہ میرا نشاں تجھ میں بھی ہوتا
اس درد کے دوزخ کا دھواں تجھ میں بھی ہوتا
اک چھوٹا سا کوئی میرا مکاں تجھ میں بھی ہوتا
ابلیس اگر "اللہ اماں" تجھ میں بھی ہوتا
پھر شیشے کا اک شہر بتاں تجھ میں بھی ہوتا

جس طرح ظاہر میں عاشق اپنی محبوبہ سے بلا جھجک باتیں کرتا ہے، بعینہٖ عارف بانگِ ورا اپنے اللہ سے باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔ کیا دنیا، کیا عقبیٰ، کیا حشر و کیا جنت، کیا دوزخ۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں بانگِ ورا کے

عارف نے اپنے اللہ کا ساتھ چھوڑا ہو اور اس کے ساتھ ماحول کے مطابق باتیں نہ کی ہوں اور یہی بانگِ درا کا خاصہ ہے:۔

پیچھے تُو خطاؤں کو مری گن کے سنانا
پہلے تُو چکا اپنی جفاؤں کے حسابات
گر تیری جفاؤں سے بڑھیں میری وفائیں
پھر ختم کرو عرصہ محشر کے فسادات
آ ساتھ چلیں مل کے ذرا دل کے سفر پر
نہ دل ہی کرے بات نہ ہی آنکھ کرے بات
محسوس ہو اس طرح کہ ہم دونوں نہیں ہیں
احساس کو بھی چھو نہ سکیں اپنے احساسات
مردانہ روی یہ ہے کہ ہم دونوں ہوں شفقت
نہ میری نفی چھوٹے نہ ٹوٹیں ترے اثبات

اب ذرا جنت وجہنم اور ہجر و وصال، حشر و قیامت اور عبادت وسجدہ کی انوکھی اور عارفانہ شرحیں ایک ایک مصرعے میں ملاحظہ فرمائیں جو پہلے کبھی پڑھنے یا سننے میں نہیں آئیں۔

ہے جنت یہ کہ گردش میں ہو ساغر
جہنم یہ کہ تُو سے ہو منکر

ہجر یہ ہے محبت کی عمر کر

وصل یہ ہے محبت الوداع ہو

حشر یہ ہے کہ ساقی لڑکھڑائے

قیامت یہ، سنبھالیں اس کو کافر

عبادت یہ ہے کہ تو اس میں ڈوبے

ہے سجدہ یہ کہ ہے وہ سب سے بہتر

پیارے یاد رکھو!

بلا تخصیص مذاہب وادیان، مسلم، ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی، بدھ مت، زرتشت۔ جہاں تک انسان............وہاں تک آواز۔

بانگِ درا

آخر میں بس اتنا کہنا چاہوں گا کہ اللہ کی محبت کی تلاش میں سرگرداں پھرنے والے کو کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں۔ بس اس کتاب کا مطالعہ کافی ہے۔ اللہ ہم سب کو اپنی محبت عطا فرمائیں۔ آمین۔

عامر فاضلی

سیکشن آفیسر

حکومتِ پنجاب لاہور

بانگِ درا تصوّف کی روشنی میں

محترم علامہ شفقت فاضلی صاحب نے مجھ جاہل کو اپنی صُوفیانہ شاعری (جسکا عنوان بانگِ درا ہے) پر تبصرہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں خوفزدہ ہوں۔ اپنی جہالت اور کم مائیگی کا اعتراف کرتا ہوں۔ معلوم نہیں کہ میں کیا سمجھا اور نہ معلوم کیا سمجھاؤں۔ میری کم فہمی کو سامنے رکھتے ہوئے پڑھ لیجیئے گا۔ اور اگر کوئی ایک نکتہ بھی سمجھ میں آجائے تو میرے حق میں دعا ضرور فرمایئے گا۔ میں کہ سگِ روز رزق کمانے کے لئے فنِ مصوری کو اپنائے ہوئے ہوں۔ خدا نے ہی کچھ آبرو بنا رکھی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

بانگِ درا پڑھنے کے بعد اپنی بساط عقل کے مطابق کچھ سمجھا اور کچھ نہ سمجھا۔ حکیم الامت کی بات میں اگر پوری طرح نہیں سمجھ سکا تو اس میں حضرت علامہ اقبالؒ کے کلامِ بے مثال میں کمی نہیں ہاں میری کور بینی و کج فہمی کا دخل ہے۔

آج میرے سامنے بانگِ درا ہے اور میں بینا نابینا، پڑھ کر سوچ رہا ہوں کہ اس کلام تصوف کے بارے میں کیا کلام کروں۔ میری تو نہ زبان ہی اچھی ہے نہ ہی مجھے اِدراک ہے۔ سچ میں اثر ہوتا ہے۔ ضرور ہوتا ہے اسی لیے شائید شاعر کی سچائی نے ہی مجھ پر کچھ اثر کیا ہے۔

اپنی اس جسارت کے لیے قارئین کے سامنے شرمندہ ہوں۔

بانگِ درا ۔۔۔۔۔ آگے کی آواز

بانگِ درا ۔۔۔۔۔ پیچھے کی آواز

ہر قافلے کے ہراول میں ایک دستہ جنگجوؤں کا ہوا کرتا تھا۔ اس لیے کہ قافلے کو چھپے ہوئے خطرات سے آگاہ کرے، ان کی حفاظت کرے اور انکے لیے درست سمت کا تعین کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قافلے کے آخر میں بھی ایسا ہی کوئی مضبوط دستہ ہوتا ہوگا جو بڑھتے ہوئے قافلے کو عقب سے آنے والے خطرات سے بچائے۔ آخری خطبہ جو کامل انسانیت ﷺ نے ہمیں دیا وہ بھی بانگِ درا ہی تھی جو توحید کے حوالے سے حضرت ابراہیمؑ کے دینِ حنیف یعنی عشقِ خداوندی کی یاد تازہ کرنے میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح حال پر تصوف کی روشنی میں بانگ درا اُبھر کر سامنے آئی ہے۔ یہ ہمیں اس وعدے کی یاد دلاتی ہے جو ہم نے اپنے خدا سے کیا کہ ہمیں ایک آزاد وطن دے۔ اس میں ہم تیری محبت کے چراغ روشن کریں گے اور تیری عظمت کے جھنڈے بلند کریں گے۔ اور زندگی کے قافلے کو اپنے بزرگوں کی دی ہوئی روشنی

میں رواں دواں رہیں گے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:۔

تُو نے تو کہا تھا کہ ترا نام کروں گا
تُو وطن مجھے دے تو ترا کام کروں گا
اس وعدے کا اب تُو ۔۔۔ کبھی نام لیا ہے
مجھ سے خداوند! کوئی کام کیا ہے

۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ:۔

ایس۔ایم فاروق
ڈائریکٹر۔آرٹ ٹیکنیکس
لاہور۔

شروعات

تمنا

☆

شراب مجھ کو ایسی اے پیر مغاں ملے
مجھ پر خُدا ہی نہ مرے سارا جہاں مرے

☆☆☆

تصوّف سمجھیے

محبت

☆

محبت میں اگر جھگڑا نہ ہوتا
جہانِ رنگ و بو مہکا نہ ہوتا

☆☆☆

تصوف پڑھیئے

سوال

☆

جو بھی حضورِ حق میں گیا با وفا گیا
شفقت بتا کہ تو بھی گیا؟ اس طرح گیا

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا جو معشوق تھا رحمٰن تھا
پہلا جو عاشق ہوا اِنسان تھا

تصوف اور محبت

شفقت فاضلی

تصوف اور محبت

☆ ☆

کل یہ سارا شہر کیوں سنسان تھا
کون کل دشمن کے ہاں مہمان تھا
اپنی بھی پہلی سی حالت نہ رہی
پتا، پتا، باغ کا ویران تھا
جو گیا تھا دو گھڑی پل کے لئے
وہ محبت سے قطعی انجان تھا
جب وہ آیا بات میں نے اُس سے کی
سن رہا تھا وہ مگر حیران تھا

پہلا جو معشوق تھا رحمٰن کا

پہلا جو عاشق ہوا اِنسان تھا

عشق پر وارد ہوئی ہیں سختیاں

عشق پر نازل ہوا قرآن تھا

جو علیحدہ عشق سے کرتا رہا

وہ بڑا سرکش، بڑا شیطان تھا

اِتنا سن کر مجھ سے وہ کہنے لگا

جس کی سانسوں میں بھرا طوفان تھا

مجھ میں ایسی کون سی وہ بات ہے

مجھ میں ایسا کون سا وجدان تھا

میں گیا تو شہر خالی ہو گیا

آیا میں تو پھر وہی گھمسان تھا

تو نے مجھ کو کیا سے کیا کچھ کر دیا

جبکہ میں اک سادہ لوحِ یزدان تھا

تیرے آنے سے یہ باتیں بن گئیں

پہلے کب یہ حُسن کا سامان تھا

پہلے کب تھا آنکھ میں کاجل میری

پہلے کب ہونٹوں پہ یہ بُستان تھا

کب میرا رُخسار حرفِ عید تھا

کب کنارِ بام پر شعبان تھا

پہلے کب تھے یہ تقاضے پیار کے

پہلے کب یہ حشر کا میدان تھا

ویسے اپنے دل کو بھی سمجھایئے

وہ بھی کل غیروں کے ہاں غلطان تھا

جب یہ پوچھا تو وہ سن کے چپ رہا

اِتنا کب اُس پر کھلا عرفان تھا

بس جواب اُس کی طرف سے یہ ملا

ہونٹ پر رکھا ہوا گلدان تھا

اُس کا ذکرِ خیر بھی تو کیجئے

جس کا اتنا آپ پر احسان تھا

لکھیئے اپنی محبت پر کتاب!

کتنا دلکش، دلنشیں فرمان تھا

اُس کی خاطر جو بھی چاہیئے آپ کو
سب مہیا ہو گا ، یہ اعلان تھا
ساتھ ہی اک شوخ نے پوچھا مجھے
جو نہ کمسن تھا مگر نادان تھا
کون شفقتؔ دل تمہارا لے گیا
کون ایسا دلرُبا اِنسان تھا

☆ ☆

الٰہیات

پیچھے تُو خطاؤں کو میری گن کے سنانا
پہلے تُو چکا اپنی جفاؤں کے حسابات

گر تیری جفاؤں سے بڑھیں میری وفائیں
پھر ختم کرو، عرصۂ محشر کے فسادات

☆☆

کب ہوگی مقدر میں میری تجھ سے ملاقات
ہے تیری جدائی میں میری مرگِ مُفاجات
محشر کا سفر ہو، یا جہنم کے مُضافات
ان سب پہ ہیں بھاری یہ تیرے ہجر کے لمحات
جو جو بھی تو کہتا تھا میرے تاروں کی لے پر
ہیں آج بھی سب یاد مجھے تیرے وہ کلمات
پیچھے تُو خطاؤں کو میری گن کے سنانا
پہلے تُو چکا اپنی جفاؤں کے حسابات
گر تیری جفاؤں سے بڑھیں میری وفائیں
پھر ختم کرو، عرصہ محشر کے فسادات
آ ساتھ چلیں مل کے ذرا دل کے سفر پر
نہ دل ہی کرے بات نہ ہی آنکھ کرے بات

محسوس ہوا اس طرح کہ ہم دونوں نہیں ہیں
احساس کو بھی چھو نہ سکیں اپنے احساسات

مردانہ روی یہ ہے کہ ہم دونوں ہوں شفقتؔ
نہ میری نفی چھوٹے نہ ٹوٹیں تیرے اثبات

مؤلف سرفراز احمد

☆☆

آنکھیں

وہ آنکھیں آسماں سے، مانندِ صیاد اُتری ہیں
جہاں بھی اُتری ہیں، بصورتِ جلاد اُتری ہیں

میں کہاں اور تُو کہاں

☆☆

میں تجھ سے عیاں ہوں تو نہاں تجھ میں بھی ہوتا
کوئی میرا پتہ، میرا نشاں تجھ میں بھی ہوتا
جو مجھ میں لہو ہے، وہ رواں تجھ میں بھی ہوتا
جو اِس میں بھرا ہے، وہ طوفاں تجھ میں بھی ہوتا
اِس درد کے دوزخ کا دُھواں تجھ میں بھی ہوتا
اس جیسا کوئی اور بیاں تجھ میں بھی ہوتا
ابلیس اگر ''الله اماں'' تجھ میں بھی ہوتا
پھر شیشے کا اِک شہرِ بُتاں تجھ میں بھی ہوتا
اُس آنکھ کی گر تجھ پہ گزر جاتی قیامت !!
پھر ہائے وہ قیامت کا فُغاں تجھ میں بھی ہوتا
شفقت کا نہیں ! کاش دلِ زار کی خاطر
اِک چھوٹا سا کوئی میرا مکاں تجھ میں بھی ہوتا

اگر اُس آنکھ میں سُرمہ نہ ہوتا

☆☆

محبت میں اگر جھگڑا نہ ہوتا
جہانِ رنگ و بُو مہکا نہ ہوتا
اگر اُس آنکھ میں سُرمہ نہ ہوتا
قیامت کا کوئی نقشہ نہ ہوتا
تکبر کا اگر ٹھکا نہ ہوتا
فقر بھی اِس جگہ آیا نہ ہوتا
جفاؤں میں اگر لذت نہ ہوتی
تو نیزوں پہ کبھی سجدہ نہ ہوتا
اگر توحید میں مستی نہ ہوتی
تو آتش پہ عِشق ٹھلا نہ ہوتا

جو اَجر خیر کا وعدہ نہ ہوتا
تو حُوروں کا کوئی چسکا نہ ہوتا
عجز بندے میں گر پیدا نہ ہوتا
خدا کے رُوبرو بیٹھا نہ ہوتا

گناہ سے آشنائی گر نہ ہوتی
تو شفقت اِس طرح بہکا نہ ہوتا

محمد اکمل کے نام

دُعا ڈھونڈ رہا ہوں

☆☆

میں اپنی مسائی میں وفا ڈھونڈ رہا ہوں
ہو جس کی رسائی وہ دُعا ڈھونڈ رہا ہوں

پُر سوز ہو جس ساز سے یہ نغمۂ صحرا
میں ایسی فضا ایسی ہوا ڈھونڈ رہا ہوں

ساقی کی کریں پوجا ہے یہ رندوں کا مسلک
جو رندوں کو پوجے وہ خدا ڈھونڈ رہا ہوں

اُس فتنۂ محشر کا حشر ساز تقاضا
کہاں ہو گا تقاضا وہ جگہ ڈھونڈ رہا ہوں

سرفراز احمد کے نام

نشانہ

تیر جب اُس نے نشانے پر رکھا
میں نے بھی ، دِل کو ٹھکانے پر رکھا
دیکھ کر فرمایا کہ ، ہوشیار باش
یہ تو تھا میں نے سرہانے پر رکھا
لاکھوں مارے جا چکے ہیں شہر میں
تجھ کو تو بس ہے ، کر اپنے پر رکھا
رات دِن تُو بس یہی تبلیغ کر
تم کو زندہ ، اِس بہانے پر رکھا

دیکھو لوگو! عشق نہ کرنا کبھی
اتنا سا جملہ، سُنانے پر رکھا
تجھ پہ مشقِ ستم کی ہے ابتداء
انتہا کیا ہے؟، بتانے پر رکھا
اور شفقت ہر دِل مشتاق کو
کیسا ہوں میں؟، یہ دکھانے پر رکھا

☆☆

آنگن

☆☆

کل وہ خط آیا تھا جس کا، کون ہے
جس نے دِل کاغذ پہ بھیجا، کون ہے
رہتا ہے سائے کی مانند میرے ساتھ
نہیں بتا تا، نام اپنا، کون ہے
ایک دِن ملنے کو میں گھر سے گیا
جس سے پوچھا، وہ ہی کہتا، کون ہے
کس نے کل پھر آنے کا وعدہ کیا
جھوٹ یہ پھر کس نے بولا، کون ہے
آنکھیں دروازے پہ جم کر رہ گئیں
پھر یہ آہٹ میں سمایا، کون ہے

دِل میرا ، سینے سے باہر آ گیا
پاس جو چلمن کے آیا ، کون ہے
جبکہ سب سوتے ہیں لمبی تان کر
راتوں میں مجھکو جگاتا ، کون ہے
کس نے پھر شفقت کو خلوت میں کہا
دیکھو وہ ، آنگن میں آیا ، کون ہے

☆☆

قتل گاہیں

✿ ✿

پیار کہتے ہو، خبر ہے، پیار کا اِنجام کیا
تم نہ سمجھو گے صنم، ہیں پیار کے آلام کیا
حشر برپا کر رکھا ہے، پیار نے یہ دیکھئے
سر لئے بیٹھے ہیں راہ میں، خاص کیا اور عام کیا
میری قسمت میں الم ہیں، تیری قسمت میں خوشی
جنتی کے دل کو جانی، دوزخی سے کام کیا
اب کے فتنہ ساز کو آنے میں تھوڑی دیر ہے
پھر قتل گاہوں میں دیکھو، ہوتا ہے ہنگام کیا

وہ اگر آنکھیں اُٹھادیں، پھر یہ دنیا دیکھ لے
میکدہ کیا، ہوش کیا، ساقی کیا اور جام کیا

خاک میری دشمنوں کو سونپ کر کہنے لگے
کم نصیبوں میں بتا، اب لکھیں تیرا نام کیا

ذروں نے میرے بکھر کر، اُن کو یوں آواز دی
تجھ سے ظالم پیار کرنے کا، ہے یہ انجام کیا؟

کب کہا تھا آپ کو، مجھ سے محبت کیجئے
اپنی مرضی کی ہے تُو نے، مجھ پہ ہے اِلزام کیا

تُو نے بھی شفقت ہمیں کو، سر کٹا کر دیدیا
تجھ پہ بھی ہونے لگا ہے، عشق کا اِلہام کیا

ورائےالورا

ہے جنت یہ کہ گردش میں ہو ساغر

محبت یہ کہ نہ بے آبرو کر

وفا یہ ہے کہ ہر دم جستجو کر

وصل یہ ہے، محبت الوداع ہو

ہجر یہ ہے ، محبت کی عمر کر

جہنم یہ کہ تُو ے ہو منکر

ہے جنت یہ کہ گردش میں ہو ساغر

حشر یہ ہے کہ ساقی لڑکھڑائے

قیامت یہ، سنبھالیں اس کو کافر

گناہ یہ ہے کہ رحمت بے رحم ہو

عطا یہ ہے کہ دُنیا بھی ہو کم تر

عبادت یہ ہے کہ تُو اس میں ڈوبے

ہے سجدہ یہ کہ ہے وہ سب سے بہتر

☆☆

کہاں پردہ بہار آفریں مائل کرم ہوگی
گلی کس موڑ پر جا کر میرے غم کی ختم ہوگی
یہ نازک مرحلے ہیں قدم اپنے پھونک کر رکھو
یہاں گر آنکھ بھی اُٹھے گی، تو گردن قلم ہوگی
وہ چارہ گر کہاں پر ہے، وہ کتنی دُور منزل ہے
جہاں پر زندگی شفقت نہ پھر مشقِ ستم ہوگی

☆☆

اُسکو دیکھا ہے، کسے اب ہوش ہے
میکدہ کا میکدہ، مدہوش ہے
کاندھوں پر زلفیں تیری لہرا گئیں
آج جنت کی ہوا بر دوش ہے
کہتے ہیں پردے کے پیچھے ہے ابھی
وہ گرا ہے جو ذرا کم کوش ہے
لیلیٰ سے پوچھو کہاں محمل گیا
قیس سے پوچھو، کہاں وہ جوش ہے

حشر آیا، حشر اُس کا ہو گیا
وہ بھی حیرت میں، کھڑا خاموش ہے
ڈھونڈتے پھرتے ہیں، شفقت کو بھی
کہتے ہیں بسمل میں، کتنا جوش ہے

☆☆

میرے عصیاں سے

رحمتِ خداوندی کا تناظر

☆

سرِ محشر درِ غفار پر رحمت کھڑی ہوگی
میں عصیاں سے مرا ہوں گا وہ عصیاں پہ مری ہوگی
تماشہ اہلِ دل میرا یہ دیکھیں گے قیامت میں
میں اُس سے منہ چھپاؤں گا وہ مجھ کو ڈھونڈتی ہوگی
یہ سب کچھ دیکھ کر کہہ دوں گا میں اپنے خداوند سے
اِسے کچھ روک کر رکھیں بڑی بے چارگی ہوگی

خدا کہہ دے گا یہ منہ زور ہے رو کے نہیں رُکتی
تیری شرمندگی سے اِسکی بھی کوئی دل لگی ہوگی

میرے عصیاں سے رحمت کا تناظر اس طرح ہوگا
میں عصیاں سے بندھا ہوں گا وہ عصیاں سے لگی ہوگی

جسے رحمت تو کہتا ہے میرے عصیاں کا دھندا ہے
میری اِس روسیاہی سے ہی اُس میں روشنی ہوگی

☆☆

میخانے میں

☆☆

شیخ کا میخانے سے تھا اِجتناب
اِس جگہ بکتی ہے، بیہودہ شراب
بھٹکے جاتے ہیں، عزیزانِ شہر
خالِصاً وہ شفقتِ دل اضطراب
وعظ ممبر پہ سدا کرتا تھا وہ
نیک سیرت، کارہانانِ ثواب
شہر اِن سب کا ذبوں سے صاف ہو
لے کے ڈوبیں گے، یہ رندان خراب
ناچتے پھرتے ہیں، یہ بے دین سب
جھومتا رہتا ہے، ساقی بے نقاب

ایک دن اُسکی بھی شامت آ گئی
مل گیا کوئی اُسے کھلتا گلاب
نظر ملتے ہی محبت ہو گئی
اُڑ گئی شیخی، گئے سارے حجاب
شیخ جی اُسکے دیوانے ہو گئے
ہاتھ سے چھوٹا پیمانہ حساب
ایک دن بیٹھا تھا اُسکی راہ پر
آتا تھا جس راہ سے وہ آفتاب
شہر سارا شیخ کو تھا دیکھتا
اُسکی نظروں میں وہی تھا لاجواب
پوچھا اُسکو شیخ نے اے جانِ من
آج کس جانب چلا ہے انقلاب
اُس نے چپکے سے کہا میخانے کو
جس جگہ ہوتا نہیں کارِ ثواب

میکدہ میں آ کے ملتا ہے مجھے
سب کو پیدا کرنے والا خوش خطاب
ہم روزانہ اُس خدا کی دید کو
دیکھنے جاتے ہیں، اُسکو بے نقاب
مجھ سے نکلو گے تو دیکھو گے اُسے
کیا ہے جنت کیا ہے دوزخ کا عذاب
مجھ سے لاکھوں میکدہ میں ڈھیر ہیں
مجھ سے لاکھوں مر رہے ہیں بے حساب
تو عطا کردہ حُسن پر رہ گیا
اِس پہ ہوگا کل تمہارا اِحتساب
مجھ سے جو نکلا ہے وہی رند ہے
عورتوں سے لیتے ہیں گھر کا حساب
بس یہی تعلیم ملتی ہے وہاں
بس اِسی کا نام رکھا ہے شراب

سُن کے میخانے کی جانب چل پڑے
حُسنِ دُنیا اور اُسکا ہم رکاب
دَر پہ میخانے کے شفقت سے ملو
مُسکراؤ پھر چلو اَندر جناب

☆☆☆

☆☆

مینا آنکھ آفت کی

☆☆

میری یہ چشمِ پُرنم حالِ دل اُن کو سُنا دیگی
رہی رحمت تو مجھکو دیکھ کر دامن پھیلا دیگی
وہ محشر جو کہ اِتراتا ہوا کل پھر رہا ہوگا
میری اِک آہ جو اٹھے گی اُسے برسوں سُلا دیگی
جہنم، جس کا چرچا خشمگیں ہے سارے عالم میں
میری فُرقت کی گھڑیاں دیکھ کر آنسو بہا دیگی

خدا جنت سے کہہ دیگا میرے مشتاق کو دیکھو
یہ سن کر میری راہوں میں وہ پلکوں کو بچھا دیگی
میں سرتا پا محبت بارگاہ میں جب کھڑا ہوں گا
وہ چشمِ سُرمگیں اُٹھے گی محفل کو ہلا دیگی
تو پھر پینے پلانے کا یوں شفقت سلسلہ ہوگا
وہ مینا آنکھ آفت کی مجھے ساغر بنا دیگی

☆☆☆

عشق عورت دا کھلے

عشق حسینہ، نفس کمینہ
بول کا جادو، ہوس کا زینہ
اول اول، شرم شرینہ
بعد میں پتھر، قہر مرینہ

ہاتھ میں جوتا، خاک پہ سینہ

گھم گھجا، وصل قرینہ

جب تک عشق رہے بے دینہ

اِس طرح گزرے سال مہینہ

دونوں جہاں کی لعنت اِس پر

ختم ہے اِس پر دفن دفینہ

جاہل غافل مرد پشینہ

سمجھے ہے اِس کو مر کر جینا

☆☆

عشق خُدا دا بلے بلے

عشق زینہ، اصل خزینہ

اللہ کا جادو، عرش کا زینہ

چاند جبینہ ، عطر پسینہ
گال بدخشاں ، بال شبینہ
ہونٹ کا سینا ، جام کا پینا
آنکھ شرابی ، وصل مہینہ
چال کا چلنا ، حشر کا مرنا
پردوں کا ہلنا ، مستی کا جینا
چہرہ جدھر ہو ، حُسن اُدھر ہو
جُھولے ہے کعبہ جھومے مدینہ
آفتِ دل ، اور لشکرِ دینا
کیسا سنبھلنا ، کیسا قرینہ

☆☆☆

وہ ہم کو دیکھتا ہوگا

جسے اپنا سمجھتا ہوں، وہ کیوں اپنا نہیں رہتا
خداوندا تیری باتیں، وہ مجھ سے کیوں نہیں سنتا
یہ اتنے مرمریں چہرے، یہ اتنی جھیل سی آنکھیں
تُو ان میں کیوں نہیں رہتا، تُو ان کو کیوں نہیں چاہتا
یہ اتنے ہونٹ نازک سے، یہ اتنے گال پھولوں سے
یہ تجھ پہ کیوں نہیں کھلتے، تو ان کو کیوں نہیں بھاتا
جہاں پر بات ہو تیری، وہاں سے بھاگ جاتے ہیں
بلاتا ہوں میں جب ان کو اِدھر کوئی نہیں آتا

پڑے ہیں آستاں خالی، ہیں سنساں میکدے کب سے
یوں لگتا ہے کہ صدیوں سے، ہوا خالی حرم تیرا

یہ جتنے شیخ و مُلاں ہیں، تیری جنت کے پیچھے ہیں
ہیں سارے حور کے عاشق، نہیں تجھ کو کوئی چاہتا

پھنسے ہیں بد نصیبی سے، یہ سارے عشقِ عورت میں
جہاں کے گندوگوں، گوبر، جہاں میں مُوت کے شیدا

تو کہتا ہے میں شہ رگ سے بھی، زیادہ پاس ہوں تیرے
تُو رہتا ہے میرے دل میں یہاں ہے اک سَرا تیرا

فقط اِک تیرا جو بھر دیا ہے، خون میں میرے
یعنی شیطان ظالم کو، جو دشمن خاص ہے میرا

یہی اِک سب پہ بھاری ہے، اسی کا پہرہ ہے سب پر
نہیں میری شرم کرتا، نہیں کرتا حیا تیرا

میرے دل کی فیاضی نے، تیرے گھر کو جگہ دیدی
تیرے دل کی کنجوسی نے، نہ آنے دی میری کُٹیا

ا۔مُوت (پیشاب)

تمہارا گھر زر و اقبال کے جلسوں میں رہتا ہے

میری کٹیا میں رکھا ہے، فقط اِک نان کا ٹکڑا

تو اَقرب ہے اگر مجھ میں، تُو اِس کا کیا مجھے فائدہ

تمہارے روبُرو وہ چور، لے اُڑتا ہے زر میرا

تعجب ہے کہ کُٹیا کے برابر، آپ کا گھر ہو

تو پھر بھی چین سے نہ سو سکے، یہ نامہ بر تیرا

خدا ہو کر تقرب کا اگر کرتا ہے تُو دعویٰ

میں بندہ ہوں، میرا بھی آپ سے ہے پیار کا رشتہ

محبت پھول ہے لیکن عمل تلوار ہے اِس کا

زباں پہ جس کے آتی ہے، قلم کرتی ہے سَر اُس کا

نرالی شان رکھتی ہے، یہ بندہ پروری تیری

میں بھوکا ہوں فقط تیرا، میں پیاسا ہوں فقط تیرا

عجب میری فقیری ہے، تعجب ہے زمانے کو

وصل لے کے میں، تیرا پیار لوٹانا نہیں چاہتا

فقر کو بھی میرے کل دیکھنا، اِس آن کا ہو گا

جہنم کو بنا دوں گا، تیری جنت کا اِک حصہ

وہاں شفقت جہاں ہم، پیار کی محفل سجائیں گے

وہ محشر سے بچا کر آنکھ، ہم کو دیکھتا ہو گا

دِل خُدا کی عدالت میں

☆☆

عمر کا ایک حصہ ہے، جہاں میں لینے دینے کا
جسم کی آنکھ جب تک ہے، رہے گا اِس طرح چلتا!
عمر کا دوسرا حصہ، رُوحانی آنکھ کی دُنیا
یہاں جو جھوٹ سچ بولا وہاں ہوگا حساب اِسکا!
تُو بندہ اُس خدا کا ہے جو شاہ ہے آسمانوں کا
وہ اَپنی ذات میں اَکمل، وہ اَپنی ذات میں یکتا!
یہ دعوت اُس کی جانب سے ہے اَپنے خاص بندوں کو
جہاں دو دِل کریں باتیں نہ آئے اور کوئی تیجا!
تُو دُنیا میں رہا کس کیلئے! کس سے محبت کی
کہا شیطان کو تُو ساتھ چل، دیکھو کھرا کھوٹا!

تیری تخلیق کی منشا فرشتوں سے بھی افضل ہے
تبھی تو اُن بچاروں نے کیا تجھ کو وہاں سجدہ!
تیری بے غیرتی سے زلزلے آتے ہیں دُنیا میں
تیرے عصیاں سے یہ آبادیاں لے جاتے ہیں دریا!
گھڑی پل کے لئے تو اُس گھڑی کو سامنے لے آ
جب اُسکے سامنے کوئی دل تمہارا لے گیا ہو گا!
یہ سب کچھ زو برو اُس کے تماشہ ہو رہا ہو گا
تُو اپنے دل کو ڈھونڈے گا وہ تجھ سے گم گیا ہو گا!
وہ شاہ پھر تجھ سے پوچھے گا بتا دِل ہے کہاں تیرا
جہاں وہ کھو دیا تُو نے وہاں تُو بھی کھڑا ہو جا!
اُسے جا ڈھونڈ کر لے آ اُسی پر فیصلہ ہو گا
عدالت بن شہادت کے نہیں لیتی کوئی دعویٰ!

تُو دل کو لینے جائیگا وہ جس کے ہاتھ میں ہو گا
اُ سی کو دیکھتا ہو گا ، اُ سی کو پوجتا ہو گا !
تمہارے ساتھ آنے سے وہ جب انکار کردیگا
تو پھر دعویٰ تمہارا ، غلطی کا اِقرار کریگا !
یہی ظالم وہاں تجھ پر قیامت کی گھڑی ہو گی
نہ تیرا دِل وہاں ہو گا نہ تیری دلبری ہو گی

☆☆☆

تیری آنکھ

☆☆

میں بھی تیری آنکھ ہوں اور تُو بھی تیری آنکھ ہے

دِل بھی تیری آنکھ ہے اور روح بھی تیری آنکھ ہے

جگر سے جو تیر نکلا، وہ بھی تیری آنکھ ہے

اِس میں سے جو خون ٹپکا، وہ بھی تیری آنکھ ہے

کاجل بھی تیری آنکھ ہے، قاتل بھی تیری آنکھ ہے

مقتل بھی تیری آنکھ ہے، بسمل بھی تیری آنکھ ہے

اِدھر دیکھو آنکھ ہے اور اُدھر دیکھو آنکھ ہے

دھرتی سے افلاک تک سب پھیلی تیری آنکھ ہے

☆☆

پھول پر خط

☆☆

حالِ دِل پتیوں پہ لکھو، بھیج دو
آگ کو شبنم پہ رکھو، بھیج دو
دہکتا دوزخ بجھانے کے لئے
آنسو پونچھو اور ان کو، بھیج دو
لکھو عاشق مرنے کو تیار ہے
تیر کا جل میں بجھاؤ، بھیج دو
بولنے کی کس کو ہمت ہے وہاں
کچھ نہ بولو اور ان کو، بھیج دو
اِس پہ بھی شفقت جواباً کچھ نہ ہو
اُن سے نکلو اور اُن کو بھیج دو

☆☆

کرب

☆☆

اِس کرب میں ہو جائیگا کانٹوں پہ گزر اَپنا
کیا خبر تھی، دوزخ میں بن جائیگا گھر اَپنا
نہ لاش پہ تم ہو گے، نہ گور و کفن ہو گا
اِس طرح نکل جائیگا، سر سے وہ حشر اَپنا
سب تیری حمایت میں سر لے کے کھڑے ہونگے
نہ دل ہی وہاں ہو گا نہ ہی ہو گا جگر اَپنا
جنت کی فضیلت سے، دوزخ کی اذیت تک
اِس لمبی مسافت میں رہا، عشق خضر اَپنا
کہتے ہیں سبھی شفقت شعر اچھے لکھے تُو نے
کیوں اُن سے تباہی کا، چھیڑا نہ ذکر اَپنا

☆☆

آنکھ اور دِل

☆☆

ہم پتھر کی طرح ہوتے جو دل نہ درمیاں ہوتا

نہ میں یوں پُر خطا ہوتا نہ تُو یوں مہرباں ہوتا

نہ میری یہ جبیں ہوتی نہ تیرا آستاں ہوتا

نہ جانے میں کہاں ہوتا نہ جانے تُو کہاں ہوتا

نہ ہوتا آنکھ میں کاجل نہ ہوتی ہاتھ میں بوتل

نہ میں سرمست وخُم ہوتا نہ تُو پیرِ مغاں ہوتا

☆☆

☆☆

دھڑکے ہے کبھی اور کبھی بیٹھے میرا دل

آنے کی گھڑی ہے کہ یہ جانے کی گھڑی ہے

نبضوں کو میری دیکھو کہیں ڈوب نہ جائیں

چہرے سے نقاب اُنکا اٹھانے کی گھڑی ہے

وہ آئے تو پھر جان سنبھل جائیگی میری

نہ آئے تو پھر موت سرہانے پہ کھڑی ہے

میخانے کے سنگ جام و سبو ناچ رہے ہیں

لگتا ہے کہ رندوں کو پلانے کی گھڑی ہے

جنت کو دیکھاؤ نہ جہنم کو دیکھاؤ

اب تیرے طلب گار کے آنے کی گھڑی ہے

اللہ، رکھے شیخ کو اب زندہ سلامت

ناصح کو رُخ یار دیکھانے کی گھڑی ہے

تب حکم ہوا حرم کے سب پردے گرادو

شفقت کو بھی اس بار بُلانے کی گھڑی ہے

داخلہ

☆☆

آنکھیں جواب دیتی ہیں من کے سوال کا
کاغذ، قلم، دوات کا یہ سلسلہ نہیں!

ہے شوق داخلے کا تو بسم اللہ کیجئے
آنے کا راستہ تو ہے جانے کی راہ نہیں

سچ ہے کہ اِک عجیب سا جادو ہے آنکھ میں
اِک بار، گر گیا ہے جو پھر وہ اُٹھا نہیں

مرنے کے واسطے یہاں آتے ہیں سب جناب
جینے کی اِنکے لب پہ اَب کوئی دُعا نہیں

شفقتؔ تمہاری آنکھ سے اُس فتنہ ساز کو
دیکھے اگر خدا تو، کہے میں خدا نہیں

☆☆

معاشقہ

میں نے پوچھا کل یہ اُس سے جانِ من جانِ وفا
سب کے اندر گھر ہے تیرا، پھر بھی ہے سب سے جُدا
من میں تھا فرعون کے تُو دل میں موسیٰ کے بھی تھا
پھر بھی ان میں چل رہا تھا خیر و شر کا زاویہ
اہلِ دِل سے بھی تمہاری چل رہی ہے آج کل
دیکھ کر چکرا گیا ہوں، کیا ہے تیرا سلسلہ
اس پہ اُس نے یوں کہا چپکے سے میرے کان میں
تجھ کو ان سے کیا پڑی ہے، تُو ہے کیوں چکرا گیا
میں خدا ہوں جیسا چاہوں ویسا ان سے کام لوں
وہ بھی ہے بندہ میرا، اور یہ بھی ہے بندہ میرا

چل یہاں سے اُس طرف کو، اور اپنا کام کر
یہ فقط ہے کام میرا، کیا ہے اچھا کیا بُرا
تُو وہاں ہے جس جہاں میں من و تُو چلتا نہیں
کیوں چلا آتا ہے ان میں، تو بڑا ہے سَر پھرا
آؤ، چلتے ہیں وہاں پر، پیار کی باتیں کریں
کس طرح کل رات بیتی، کس طرح کل دن ہوا
میں نے شرماتی نگاہوں سے کہا اے جانِ من
تیرے آنے سے بتاؤں، کیا ہوا تھا، ماجرہ
رقص میں ماحول تھا اور آنکھ میں کاجل بھی تھا
سامنے تھا میں بھی تیرے، تُو بھی تھا آراستہ
تجھ سے آنکھیں ملتے ہی مدہوش سا میں ہوگیا
پردے اُٹھتے ہی گئے، پھر میں رہا نہ تُو رہا
سُن کے اُس نے لب پہ میرے ہاتھ رکھ کر یہ کہا
بات آپس کی ہے پیارے، سُن نہ لے کوئی دوسرا
بات کرنی ہو تو شفقت لہجہ ایسا کیجئے
کوئی نہ سمجھے یہ کہ اپنا چل رہا ہے معاشقہ

خدا اور بشر میں فرق

خُدا کا دعویٰ اُس کو ہے جو دُنیا کو بنا سکے
عرش پر بیٹھ کر بندوں کو قدموں میں جھکا سکے

جہانِ رنگ و بُو میں مُضطرب عُشاق کو اَپنے
چمن کے پتے پتے سے حسن اُپنا دیکھا سکے

رہا جھنجھٹ یہ روزی کا تو بِن اَسباب وعِلت کے
کمالِ لُطفِ ربی سے بِلا مانگے کھلا سکے

رہا یہ بشر تو شفقت بناں توفیق مالک کے
نہ آ سکے نہ جا سکے نہ پی سکے نہ کھا سکے

☆☆

تصوف کی دنیا

آشناءِ حکمت داناءِ اکبر

مؤلف سرفراز احمد

دانائے اکبر

☆

قال سے جنکے حال ہوں بہتر
دور کے مُرشد، وقت کے رہبر
خیر اور شر کے راز کے دفتر
ادب کے ہیرو علم کے ایکٹر
ذہن کے فاخر، ذہن کے شاطر
قوم کے لیڈر، شہر کے افسر

پل میں ہیرے، پل میں پتھر
تن کے مومن، من کے کافر
آج یہاں پر، کل وہاں پر!
ہوس کے بندے، حرص کے چاکر
ماں سے محبت، باپ سے آتر!
روح کی اذیت، بھانے کے گوبر
طالبِ دُنیا، ڈھور اور ڈنگر!
تارکِ دُنیا، مردِ قلندر
عشقِ مجازی، فاحشہءِ اکبر
عشقِ حقیقی، فاتحِ خیبرؓ

☆ ☆

☆☆

پیٹ جسم کا شاہراہِ اکبر
حامل اس کے حامد و ناصر
آنکھ مصور، من کی پیمبر
تیرِ خُدنگی مستی کا ساغر
جگر قتل گاہ حامیءِ دِلبر
عِشق بے نالاں درد کا خُوگر!

دل ہے گزرگاہ لیلیٰ ء اکبر
کعبے سے اعلیٰ عرش سے بہتر
دِل کے شہر میں حجرے کے اندر
کس کا بچھا ہے مرمریں بستر
بیٹھے سنبھل کر دِل کے جو دَر پہ
قوتِ یزداں، بازوءِ حیدرؓ
جانے نہ دے جو غیر کو اندر
دورکا سلطاں وقت کا سرور
دل کو جنہوں نے دیکھا ہے پل بھر
ان کا جہاں میں ثانی نہ ہمسر!
دل ہی خدا ہے دل ہی پیمبر
دل ہی وفا ہے دل ہی ستمگر

شیخ ، مشائخ ، غنی ، تونگر

دین کے دریا ، دِل کے سمندر

راہوں میں جنکی تڑپے کا محشر

نیزوں پہ پھر اِک آئیگا لشکر

شجر ، حجر کے ٹوٹیں گے لنگر

عشق کے ماتھے کو چومیگا جھومر

جھومیں گے پردے جھولے گی جھالر

گائے گی مستی ، ناچیں گے ساغر

پھر یہ کہے گا شفقتِ کم تر

آفتِ دِل اب بس کر بس کر

☆☆

آدابِ چمن

☆☆

چند کلیوں سے آدابِ چمن، سیکھ رہا ہوں
اِک غنچہ دہن سے میں سخن، سیکھ رہا ہوں
کیا چیز محبت ہے جو کھا جاتی ہے دل کو
میں اِس کی چبھن، اِس کے مہن، سیکھ رہا ہوں
جو روح کو کرے پیار وہ ملتا نہیں مجھ کو
اِس آس کا اَندازِ دفن، سیکھ رہا ہوں
جو آگ لگی من میں میرے ایسے اُسے بجھی
کس طرح لگاؤں میں اَگن، سیکھ رہا ہوں
گئیں ساتھ تیرے عشق و محبت کی بہاریں
اَب کیسے جئیں اِس کا میں فن، سیکھ رہا ہوں

☆☆

کر دیدہ دِل ٹھیک

☆☆

اِس گیس کے ہاتھوں سے لگے آگ لہو کو
چاہتے ہو نجات اِس سے تو پھر معدے کو کر ٹھیک
گر معدہ ترا نور مہیا نہیں کرتا
یہ کوتاہ نگاہی ہے نہیں تیری نظر ٹھیک
یہ کھانا ترا من میں تیرے جوت جگائے
گر کھانا نہیں ایسا تو پھر کھانے کو کر ٹھیک

چاہتے ہو کہ ہر بچہ بنے صاحبِ ولایت

ماں اُس کی کرو ٹھیک کرو اُس کا پدر ٹھیک

ہے شاہی فقر یہ کہ تُو چل دام سے بچ کر

دنیا سے گذر ٹھیک ہو عقبیٰ سے گذر ٹھیک

ہے فتنہء محشر کا حشر ساز نظارہ

کر دیدۂ دِل ٹھیک، کر سوزِ جگر ٹھیک

آزاد تجھے کرتا ہے جو دونوں جہاں سے

مانو وہ گر ٹھیک ہے جانو ہے وہ گر ٹھیک

دُنیا کو یقیناً ہے تجھے چھوڑ کے جانا

رکھ رختِ حضر ٹھیک کر زادِ سفر ٹھیک

شفقت یہ عمل خاص فقیروں کے یہاں ہے

جو کھاتے ہو وہ جھوٹ ہے جو دیتے ہو زر ٹھیک

انتہاءِ نگارش

☆☆

شراب مجھ کو ایسی اے پیرِ مُغاں ملے
مجھ پر خدا ہی نہ مرے سارا جہاں مرے

☆☆

تو عطا گر نہ کرے ، رحمٰن کیا
میں خطا گر نہ کروں انسان کیا

☆☆

جس طرح بخشش تمہاری شان ہے
اس طرح عصیاں میری پہچان ہے

☆☆

☆زمزمے اِخلاق کے☆

میں، عِصیاں اور رحمت

☆

جس طرح بخشش تمہاری شان ہے
اس طرح عِصیاں میری پہچان ہے
تو عطا گر نہ کرے، رحمٰن کیا
میں خطا گر نہ کروں، اِنسان کیا
دونوں کی ہمجولیوں، میں سانجھ ہے
بن خطا رحمت تمہاری بانجھ ہے
بندہ عظمت کا تری چرچا کرے
تُو اِسے بازار میں رسوا کرے

میں تیری جنت میں مثلِ طور تھا
تُو سراپا نُور جملہ نُور تھا
دونوں کی الفت کے چرچے عام تھے
دونوں کے چلتے برابر کام تھے
آپ تھے میں تھا صبا تھی جام تھے
زمزمے تھے نغمہ ہائے شام تھے
رحمتوں کے کم تھے کیا خرچے وہاں
کیا نہیں تھا ان کی خاطر جانِ جاں
ہر جگہ تیرا وہاں ! خلاق تھا
ہر کوئی تیرا وہاں مُشتاق تھا
کیا اَچانک بھوک اِن کی بڑھ گئی
نظر تیری آ کے مجھ پہ گڑ گئی

دیکھتے ہی دیکھتے یہ کیا ہوا
مجھ کو اپنے سے علیحدہ کر دیا
آنِ وحدت میں دلِ مسرور کو
کر دیا مجبور اِس منظور کو
جھوٹ تھا کہ میں تیرا دِلدار تھا
مجھ سے کب، رحمت سے تجھ کو پیار تھا
تو نے رحمت کو محبت پر میری
اک خطا کے نام پر ترجیح دی
عشق کے مابین یہ رحمت ہے کیا
یہ بھی اک پہچان کی صورت ہے کیا
یہ تیرے غمناک پر آفت ہے کیا
تجھ سے جو خالی ہے وہ جنت ہے کیا

عِشق خالص ہو گریباں چاک ہو
غرض و غایت سے تعلق پاک ہو
تیری یہ دُنیا پہاڑوں سے بھری
جا بجا ہی کے اَنگاروں سے بھری
اِس کی خاطر اس طرف بھیجا مجھے
دعوتِ رحمت سے ہے گھیرا مجھے
رات ہے، فُرقت ہے، تیری یاد ہے
تو نہیں ہے پاس دِل ناشاد ہے
آنکھ کو مطلوب ہے کاجل تیرا
دِل ہے میرا مانگتا، قاتل میرا
رحمتوں کو میں تمہاری کیا کروں
بن تمہارے میں نہ جیوں نہ مروں

آہستہ سے پھر خدا نے یہ کہا
اَپنوں کے ہوتے ہیں یہ اَنداز کیا
میں بھی تیرا ہوں میرا دِل بھی تیرا
صحنِ جنت میں بچھا بِستر ترا
ایک رحمت کا تو تجھ سے کام ہے
باقی جو کچھ ہے تمہارے نام ہے
جھنڈا جب جھولا میری پہچان کا
نام تھا اس پر لکھا رحمٰن کا
نام تو تھا پر اسے پرکھا نہ تھا
اس کا جنت میں کہیں چہرہ نہ تھا
تیرے عِصیاں نے دیا چہرہ اِسے
اور دکھلایا گیا، مُہرہ اِسے

رحمتوں کو کون میری ڈھونڈتا
بِن خطا کے کون مجھ کو پوجتا
عِشق صحراؤں میں کیسے گھومتا
حُسن لیلاؤں میں کیسے جھومتا
جب سزا ہوگی خطا کے کام پر
تب سدا ہوگی ہمارے نام پر
رحمتوں کا پاس کرنا چاہیئے
عاصِیوں کو معاف کرنا چاہیئے
دیکھ سر دہلیز پر رکھا ہوا
دیکھ بندہ در پہ ہے بکھرا ہوا
اس نے اپنا کام تھا جو کر دیا
گھر ترا معصیتوں سے بھر دیا

اب تُو رحم و آ گہی سے کام لے
ہاتھ میں رحمانیت کو تھام لے
پھر طبع جولانیوں میں آئے گی
فوج پھر رحمانیوں کی آئے گی
تجھ کو سجدے میں جو روتا پائے گی
دامنوں میں لے کے تجھ کو جائے گی
جنتوں کے تخت پر بٹھلائے گی
اور بستر پر صبا لہرائے گی
رحمتوں کا پھر تماشا دیکھنا
پاؤں پر تم چاند جھکتا دیکھنا
میری رحمت نے تجھے تلقین دی
تیرے عصیاں نے اسے تزئین دی

مجھ کو دونوں نے طبع رنگین دی
ذوق کو میرے بڑی تسکین دی

حوصلہ ہو تو یہاں پرواز کر
غزنوی کو طالبِ آیاز کر

☆☆

بہو اور معاشرہ

سُلگتی دُنیا مہکتا دین

حضرت ابراہیمؑ کی پیغمبرانہ صلاحیتوں سے آراستہ
اِن کی اُس بہو کی داستان جسے رہتی دُنیا تک کی
تمام بہوؤں کی سرداری کا اعزاز حاصل ہے

اس جہاں سے اُس جہاں تک جنت ہی جنت

تصوف کی دُنیا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے دین حنیف کو اپنا پسندیدہ دین قرار دے کر ہر مشرف گھرانے کی معاشرتی بہتری اور توقیر کے تحفظ کیلئے ایک مکمل باعمل اور باادب معاشرتی دین نافذ کرنے کے حکم کے ساتھ بہو کو اس دین کی برکات سے مزین گھر کی دہلیز قرار دیکر اس کو اس کا مقام دکھایا ہے۔

منشا یہ ہے کہ بہو اگر سسرال کی عزت واحترام اور وقار کی دل وجان سے وفادار ہے تو اس دین کے حوالے سے جسے من وعن نبی آخر الزمان ﷺ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ ایک سلجھی اور دیانتدار بہو ہے۔ بصورت دیگر سسرال کی بے ادب گستاخ اور بٹوارہ ڈالنے والی بہو۔ اِس دین سے خارج ہے یہی حد بیٹے پر بھی لاگو ہے کہ وہ اپنے والدین کی اطاعت میں حضرت اسماعیلؑ کی پیروی کرے اگر ایسا نہیں تو بیٹا اور بہو دونوں جہنمی ہیں۔ اس کی تائید میں ہر سال مُلک مُلک سے لاکھوں حجاج کرام بزرگ پیر، باپ، مائیں، بیٹے، اور بہوئیں اللہ تعالیٰ کے گھر میں امام الناس حضرت ابراہیمؑ ام المومنین حضرت ہاجرہؓ اور مرشد کامل

حضرت اسماعیلؑ اور تمام دُنیا کی بہوؤں کی سرداران کی اہلیہ کے عرس میں اِن کے حضور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے اِن کے دین پر عمل پیرا ہونے کا عہد کر کے واپس اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں تاکہ حج کی اس نورانی حقیقت سے باقی لوگوں کو بہرہ مند کر کے اس بے راہ روی کی آگ میں سلگتی دُنیا کو جنت نظیر بنانے میں ان کی مدد کریں۔

مذہبِ حنفیہ دارم، ملتِ حضرت خلیلؑ

پر یقین رکھنے والے حضرات یہ رسالہ اپنے بیٹوں کو آدابِ فرزندی سکھانے اور بیٹیوں کو بندگیٔ سسرال سمجھانے کیلئے اِسے دینی تحفہ کے طور پر پڑھنے کیلئے ضرور دیں۔

پیاروسن لو! اگر آپ کی محنت اور کاوش سے سو میں سے پانچ لڑکے آدابِ فرزندی سیکھ گئے اور سو میں سے پانچ بیٹیاں بندگیٔ سسرال سمجھ گئیں تو آپ کے دنیا میں آنے کا مقصد پورا ہو گیا۔

شفقت فاضلی

★★★★★★★★★★★★★★

سُلگتی دُنیا، مہکتا دین

☆☆

جب حق سے ہوئی خلق کی تخلیق مکمل
اور معارفِ اِنسان کی تحقیق مکمل

پھر ذوق ہوا طرزِ ادا لوگوں کو بخشیں
کوئی دین کوئی رنگِ وفا لوگوں کو بخشیں
کوئی درد کوئی آہِ رسا لوگوں کو بخشیں
کوئی مسندِ برحق کی قبا لوگوں کو بخشیں
تب دفترِ مرقوم سے اِک پرچہ نکالا
اور اُسکو شُروعات کے سر رشتے میں ڈھالا

اس طرح بنے عبدِ خدا اپنے کا بندہ

اِس طرح چلے اَدبِ خداوندی کا دھندہ

خاوندی کھلے اِس طرح عورت پہ حقیقت

اور معنیٔ فرزندی کے افکار کی حکمت

جس ماں کا قدم بر سرِ تسلیم و رضا ہو

جس ماں کا سخن رہبرِ اقلیمِ وفا ہو

بیٹے کو اطاعت کی قبا جس نے عطا کی

خاوند کو خداوندی جگہ جس نے عطا کی

اِن دونوں کی تصویروں سے اِنسان بنیں گے

اِن دونوں کی تفسیروں سے اَدیان بنیں گے

اِن دونوں کا رستہ ہے میرے کعبے کو جاتا

اِن دونوں کا رشتہ ہے مجھے جان سے بھاتا

خاوند کی سیادت پہ ہو زوجہ کی شہادت

ہو ایسی شہادت کہ جو بن جائے محبت

اور اپنی محبت کو خدا کہہ دے عبادت
پھر اپنی عبادت سے مشرف ہو یہ خلقت
وہ بیٹا جو آداب کے مکتب میں پڑھا ہو
فرزندی کے اَفلاک پہ طاعت کا دیا ہو
سر جب بھی جُھکا باپ کے قدموں میں جُھکا ہو
سر جب بھی کٹا باپ کے ہاتھوں سے کٹا ہو
اِس شاہوں کے شاہ بیٹے کی تسکین کو دیکھو
اور باپوں کے شاہ باپ کی تلقین کو دیکھو
اِک روز درِ پسر پہ یہ نُور کھڑا تھا
گویا کہ درِ موسیٰ پہ کوہ طور کھڑا تھا
اَفلاک سے خورشید کا دھرتی پہ گزر تھا
زُہرہ تھا سلامی میں تو سجدے میں قمر تھا
جنت کا تقاضا تھا کہ یزدان کھڑا ہے
خلقت کا مباحثہ تھا کہ اِنسان کھڑا ہے

اِتنے میں کسی ہاتھ نے دروازے کو کھولا
کیا نام ہے کیا کام ہے یوں دھیمے سے پوچھا
فرمایا کہ بیٹی میں تیرے شاہ کا پدر ہوں
وہ میرا جگر بند ہے میں اُس کا جگر ہوں
یہ سنتے ہی دروازے کو اِس طرح سے کھولا
کچھ اِیسے لگا جیسے خدا بندے سے بولا
زربفت کی مسند پہ وہ سلطانؑ بٹھایا
آسایِ نبوت کا نگہبان بٹھایا
شکرانے سے دہلیز بڑی دور کھڑی تھی
چولہے پہ نظر ڈالی تو کچھ اوس پڑی تھی
پوچھا کہ کہو بیٹی گزر کیسی ہے اَپنی
بولی کہ ہاں کچھ ٹھیک ہے اَچھی نہیں اتنی
آتا ہے تو کچھ سانس آسانی سے ہے آتا
چولہے کے تصرف سے تغافل ہی ہے رہتا

یہ سن کہ کہا اچھا میں اب جاتا ہوں گھر کو
پیغام یہ اک خاص میرا دینا پسر کو
دہلیز کو تبدیل کرو، یہ اچھا رہے گا
ورنہ یہ تیرا کام یونہی کچا رہے گا
یہ کہہ کہ چلا گھر کو وہ اللہ کا پیغمبر
یہ سن کے کہا بی بی نے یہ کیسا تفکر
دہلیز نئی کس طرح تبدیل کریں گے
اِس حکم کی وہ کس طرح تعمیل کریں گے
اِتنے میں پسر شاہ کا، جو گھر اپنے میں آیا
دیکھا کہ فضاؤں کی یہاں بدلی ہے کایا
ہر طرف نبوت کی فضا ناچ رہی تھی
جنت کے نظاروں کی ہوا ناچ رہی تھی
ہر چیز جو اس گھر میں تھی، مدہوش پڑی تھی
بی بی تھی فقط سوچ میں، باہوش کھڑی تھی

پوچھا کہ عجب رنگ ہے گھربار سجا ہے
کس شاہ کی آمد پہ یہ دربار لگا ہے
وہ کہنے لگی اللہ کے مرسل کا گزر تھا
اَفلاک نے اِس جیسا کہاں دیکھا بشر تھا
وہ آنکھ جھکاتا تو فقر جام اُٹھاتا
وہ آنکھ اٹھاتا تو خدا بام پہ آتا
اِس گھر میں ہوا قدم رنجا باپ تمہارا
جنت کی فضاؤں نے تبھی گھر کو سنوارا
یہ سنتے ہی بیٹے نے وہیں خود کو جھکایا
جہاں قدم رکھے باپ نے سر اپنا ٹکایا
بیوی نے عجب دیکھا جہاں ساز تماشا
پھر فخر سے بولی کہ رکھیں دل میں تسلا
اَب خاص پیغمبرؑ کا یہ پیغام بھی سن لیں
اور اِس کو نبھانے کا بڑا کام بھی سن لیں

فرمایا کہ دہلیز کو تبدیل کرو تم
آسا سِ نبوت کی یہ تکمیل کرو تم
یہ سنتے ہی فرزندی نے للکارا وفا کو
بازو سے پکڑ باہر کیا مہر لقا کو
پھر اُس سے کہا معنوں میں دہلیز یہی ہے
شکوہ جو کرے شوہر کا وہ چیز یہی ہے
آنکھوں سے ہٹو دور میرے گھر سے نکل جا
ناشکری کی دہلیز ہو اِس جا سے بدل جا
پھر اور پری چہرہ لیا اپنے نکاح میں
جادۂ محبت میں، نبوت کی قبا میں
اِس طرح کئی سال بہاروں میں گزارے
پھر کشتیِ سالار لگی آن کنارے
پھر حلقۂ ملائک میں وہ خود دار پیغمبرؑ
بیٹے کی طرف پھر وہ چلا دنیا کا رہبر

دروازے پہ پھر ہاتھ رکھا ہفت سمانے

اَفلاک سے پھر سفر کیا عرش الہ نے

اِخلاص نے اِنسان کی تصویر کو بدلا

ہاتف نے پری زاد کی تقدیر کو بدلا

کاتب نے خطابات کی تحریر کو بدلا

عاشق نے ملاقات کی تاخیر کو بدلا

اِس طرح ہی اُس بیٹی نے اَقدام کو چوما

سرتاپا جشرِ عشق کے اِحرام کو چوما

اُس طرح خیابانوں میں اِخلاص کا نم تھا

اُس طرح ہی اُس چولہے پہ اَفلاس کا غم تھا

باب دوم

پوچھا کہ کہو بیٹی کیسا ہے گزر تیرا

بولی کہ شہوا لا رہبر ہے سر میرا

دُنیا ہے تصرف میں جنت ہے نگاہوں میں

چرچہ ہے میرے شاہؐ کا سب دُنیا کے شاہوں میں

سوتی ہوں نبوت میں اُٹھتی ہوں ولایت میں

چلتی ہوں محبت میں رہتی وفاؤں میں

جب دُنیا کے رہبرؐ نے بیٹی کا علم دیکھا

اور اک کے سینے پہ چلتا یہ قلم دیکھا

عظمت کی بلندی پر شوہر کا قدم دیکھا

شوکت کی چٹانوں پر سسرال کا دم دیکھا

دہلیز کہیں جس کو قد اس کا اُتم دیکھا

اِنسانوں کی رفعت پر نام اِس کا رقم دیکھا

حضرت نے کہا بیٹی، بیٹے سے میرے کہنا

والد کی اُطاعت سے ہے تجھ کو ملا گہنہ

جنت سے بھی اعلیٰ ہے، دہلیز تیرے در کی

اِس کو نہ کہیں کھونا، عزت ہے میرے گھر کی

پروین وثریا کی پردھان تیرے گھر میں
اللہ کے صحیفوں کی نگران تیرے گھر میں
توراۃ وزبورا کا عرفان تیرے گھر میں
اَنجیل تیرے گھر میں فرقان تیرے گھر میں
جنت جو بناتا ہے وہ اِنسان تیرے گھر میں
سسرال کی ہوتی ہے پہچان تیرے گھر میں
خاوند کو جو کہتی ہے بھگوان تیرے گھر میں
شوہر کو جو سمجھے ہے یزدان تیرے گھر میں
اِنسان کہیں جس کو ہے جان تیرے گھر میں
سب جنتی بہوؤں کی سلطان تیرے گھر میں
دُنیا میں ہیں جتنے بھی ادیان، تیرے گھر میں
اِن دینوں کے جتنے ہیں، ارکان تیرے گھر میں
ادیانوں کی اللہ نے جو شکلیں نکھاری ہیں
اِن شکلوں نے اِس گھر کی سب نقلیں اُتاری ہیں

اولاد سے جب تیری پیدا وہ نبیؑ ہوگا

نبیوںؑ کے برابر کا ہر اُس کا ولی ہوگا

تحفے میں خدا اُن کو یہ دین متیں دے گا

شکرانے میں وہ اِس کے سجدے میں جبیں دے گا

پھر اِس کے مطابق وہ ڈھالے گا شریعت کو

اور ساتھ چلائے گا ہر اہلِ طریقت کو

اُس دیں کے تعیّن سے خلقت کی فلاح ہوگی

خاوند کی معیت میں عورت کی صلاح ہوگی

بیٹے کی اطاعت میں اِس طور وفا ہوگی

گردن یہ عقیدت میں پھر تن سے جدا ہوگی

سسرال کی عظمت کی ہر طرف صدا ہوگی

وہ اِس پر فدا ہونگے، یہ اُن پہ فدا ہوگی

تب منشاءِ خداوندی کی ہر طرف ضیاء ہوگی

پھر دہکتی دُنیا میں جنت کی صبا ہوگی

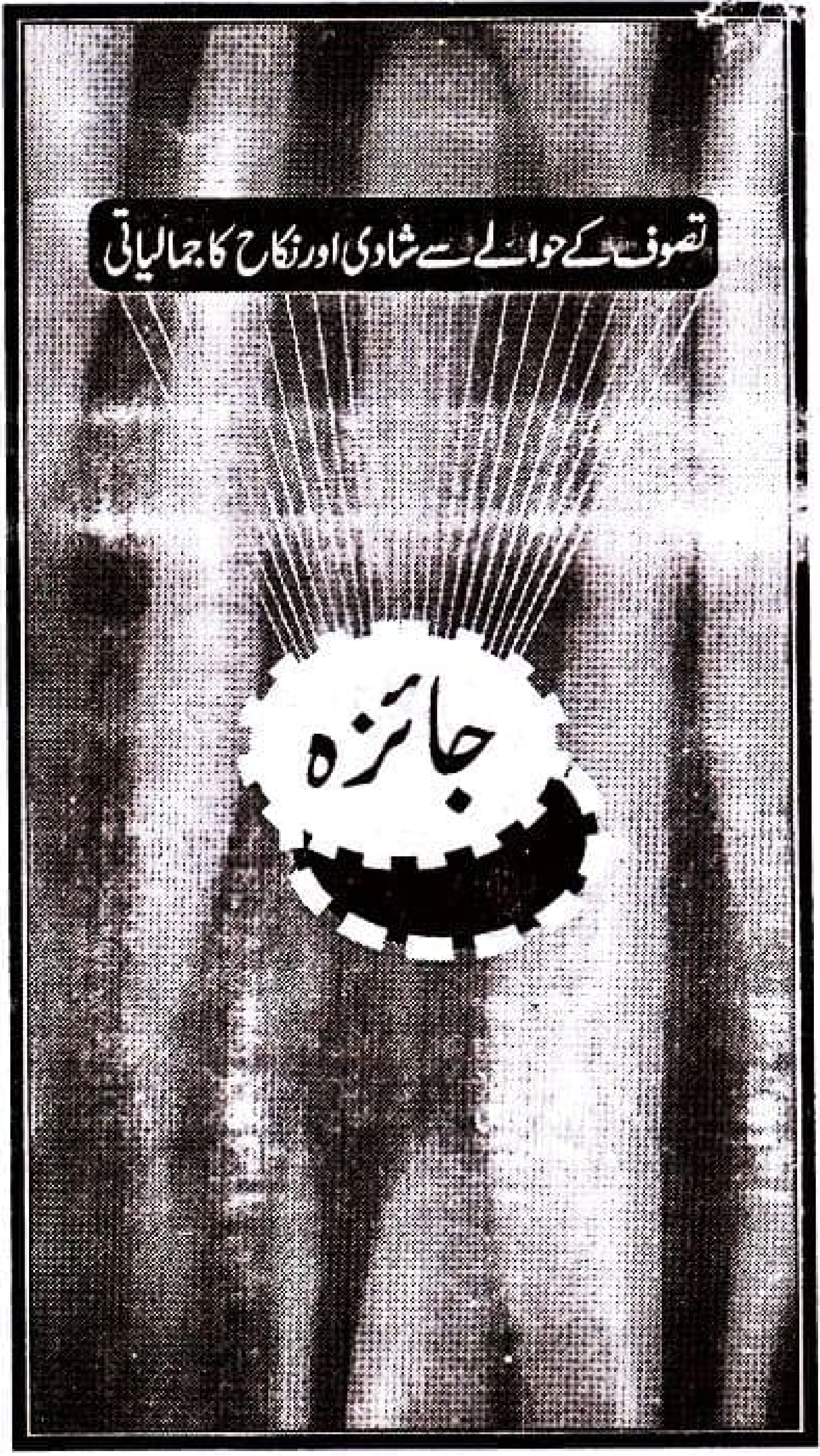
تصوف کے حوالے سے شادی اور نکاح کا جمالیاتی
جائزہ

پیارے یاد رکھو!

کوئی لفظ ہو یا کوئی نام اپنے معنوی اثرات کی تقویت سے معاشرے اور ماحول کا رُخ بدل دیتا ہے ،لہٰذا لفظ شادی کے معنوی اثر ورسوخ نے بہوؤں کو سُسرال کی ہماہنگیوں بیٹوں کو نافرمانیوں ،بیویوں کو مساوی حقوق بیٹیوں کو پڑھانے کے ضمن میں اپنا من پسند بر کرنے کا حقِ شعور دے کر معاشرے کو بے شرمی، آزادی، بے حیائی، عیاشی اور فحاشی جیسی ہولناک وادیوں میں دھکیل دیا ہے جبکہ شادی کے نام اور اسکے استعمال کی اسلامی روایات میں کوئی گنجائش نہیں۔

شادی

شادی سے تُو چاہتا ہے کہ بس جائے ترا گھر
مرنے کی ہوس ہے تو کسی اور طرح مر
اسلام میں ملتا نہیں شادی کا تصور
یہ راز نہ سمجھے گا تو روئے گا عمر بھر

نکاح

لفظ نکاح کے لغوی معنے ،زیرسایہ آنا ،کفالت میں آنا' پناہ میں آنا ، بندگی میں آنا ،حاکیت کو قبول کرنا اور تصوف میں اپنی نفی کرنا ہے۔لڑکی جب ان حوالوں کی روشنی میں اپنے سُسرال کے گھر جائیگی تو یقیناً سُسرال کی بالادستی ،شوہر کی حاکیت اور اپنی نفی کو بروئے کارلاکران کی بندگی کو دل وجان سے قبول کرتے ہوئے شرم وحیا،یگانگت اور لفظ بہو کے معنوی کردار سے سُسرال کے گھر کو ہر قسم کی آلودگیوں سے بچاکر معاشرے میں ایک اصلاحی تقلیدی سنگ میل کی بنیادرکھےگی۔

مئولف ــــــــــــــ سرفراز احمد

نکاح کے معنوی نکات پر ایک نظر

☆☆

ہوئیں معراج کی شب جس طرح حسنات کی باتیں
خدا کی ذات کی باتیں نفی اثبات کی باتیں
جہاں میں بھی اسی شب کی طرح اِک رات آتی ہے
کہ جب دُلہن نکاح میں اپنے شاہ کے پاس جاتی ہے
نکاح کیا ہے ؟ سزاء عبدیت میں سرخ رو ہونا
سراپا بندگی میں شہنشاہ کے رُوبرُو ہونا
حیا ہوگی ، وفا ہوگی ، نمازِ حق ادا ہوگی
تمہارے گھر کا ہر کونہ ہماری سجدہ گاہ ہوگی

تو ہی اول تو ہی آخر جو شوہر کو اگر کہہ دے
تو پہلی رات ہی شوہر کلیدِ زر اِسے دیدے
یہی اِلفاظِ اِقراری نکاح میں بولے جاتے ہیں
اِسی میزاں کے پلڑوں میں ہی اِنساں تولے جاتے ہیں
تقرّب میں جو شوہر کے اگر میکا کھڑا کر دے
تصوف میں وہ مشرک ہے متاعِ دین تباہ کر دے

رہا حق مہر کا مسئلہ تو یہ حق آشنا جانے
اگر شاہ مل گیا ہے تو گداء زر کے کیا معنے

☆☆

محبتِ خداوندی

''دین و دُنیا میں محبتِ خداوندی کی دو صورتیں''

ماں

بے راہبر و محبت کا نام ممتا، اور راہبر و محبت کا نام ماں ہے۔ اولاد کو ہمیشہ سے راہبر و ماں کی ہی ضرورت رہی ہے۔ جس نے اپنے ہاں پیدا ہونے والے بیٹے اسماعیل کو ادب و اطاعت کے زیور سے آراستہ کر کے باپ کے آگے جھکنے کا حکم دیکر معاشرہ میں آداب فرزندی کی بنیاد رکھی اور اللہ نے اِس عمل کو دین قرار دیکر اِس کے پیروکار کو منشا تخلیقِ آدم کے حوالے سے انسانِ کامل کا خطاب دیا۔

باپ

دُنیا میں ذوالجلال والاکرام کے حوالے سے محبت کی دوسری صورت کا نام باپ ہے۔ جس کی اطاعت اور پیروی میں اولاد کو دُنیا کی عظمتیں اور آخرت میں جنت کی حکومتیں عطا ہوتی ہیں۔

☆☆

علامہ شفقت فاضلی

والدین

کے دین و دنیا میں دو جمالیاتی روپ

ماں

وجودِ ماں کہ جسکی کوئی دعاء ٹالی نہیں جاتی
یہ وہ جھولی ہے جسکی بددُعا خالی نہیں جاتی
زیارت زندہ ماں کی بوستانِ حجرِ اَسود ہے
زیارت قبر ماں کی آستانِ حجِ اکبر ہے

باپ

جہانِ رنگ و بُو میں باپ شانِ زندگانی ہے
نہ کعبہ اِس کا ثانی ہے نہ قبلہ اِس کا ثانی ہے
زیارت زندہ والد کی جمالِ حق جہاں آرا
زیارت قبر والد کی جلالِ حق جہاں دارا

زمین کی پُشت پر اور آسمان کے تخت کے نیچے
دو ایسے بے مثل اِنسان پیدا ہو نہیں سکتے

ماضی حال کے آئینے میں

جب تاریخ اپنے آپ کو دُہراتی ہے۔تو کردار کو نہیں بلکہ صاحبانِ کردار کے نام اور چہرے تبدیل کر دیتی ہے۔

☆☆

1۔آج کی ترقی پذیر عورت حضرت نوح علیہ السلام کی بے ادب اور گستاخ بیوی کا عکسِ ثقیل ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ وہ نبوت کے حوالے سے اپنے حقیقی اور مجازی خدا کے آگے جھکنے سے انکاری تھی اور آج کی عورت معاشرے کے حوالے سے اپنے مجازی خدا کے آگے جھکنے سے انکاری ہے۔

2۔ معاشرے میں مرد کا زوال اور عورت کی آزادی اور بے راہ روی ،خلع وطلاق کی طرف بڑھتے ہوئے رُجحانات اور اس طرح کا سب کچھ صرف اور صرف اللہ کی جگہ عورت سے محبت اور والدین کی اطاعت سے انحراف کا نتیجہ ہے۔

شفقت فاضلی

☆

زوجہ حضرت نوح علیہ السلام

☆

(اور آج کی عورت)

جو حضرت نوحؑ کے گھر میں تھی سہاگن
وہ آفت تھی، خصومت تھی یا ناگن
لہو اُس کا زنِ بے پیر میں ہے
اُسی کی کاٹ ہر شمشیر میں ہے
کفر ہی اُس کا تھا سینا پرونا
مِشن اسلام سے تھا دُور رہنا
سدا کفار کے جلسوں میں رہتی
ناحق کلمات وہ شوہر کو کہتی

سراپا اِس طرف شیطان کا تھا
تو پیکر اُس طرف رحمان کا تھا
متاعِ نُور پر ظلمات تھی وہ
مُصافِ نُور پر اِک گھات تھی وہ
گویا ترویج وہ زُنار کی تھی
سراپا، آگہی اَغیار کی تھی
جہاں بھی ذِکر، شہرِ یار ہوتا
تو شیطاں اُس پہ قہر بار ہوتا
بپھر کر پھر سرِ بازار آتی
جسم کو پیٹتی اور چلچلاتی
یہ بڈھا دین اپنا کھو رہا ہے
تخمِ دیوانگی، کا بو رہا ہے
جو بیٹے اِس کے تھے شیطان تھے وہ
تمامی کفر کے سلطان تھے وہ

یہ سارے مل ملا کے گھات کرتے

نبیؑ کی بات کو بے بات کرتے

دیوانہ کہہ کہ اِن کو مارتے تھے

کمر تک پھر زمین میں گاڑتے تھے

وہ نانہجار یوں تقریر کرتے

یوں اپنے باپ کی تحقیر کرتے

بُلا اُس کو تو جس پر مر گیا ہے

دیوانہ جس نے تجھ کو کر دیا ہے

نبیؑ کا دِل جب اِن سے تلملاتا

تو کوہساروں کی جانب نکل جاتا

وہاں تو رے خدا کا کام کرتے

صباحِ عشق سے صحرا نکھرتے

ہوا مدہوشیوں میں سر سراتی

خدا کے عشق میں تب گنگناتی

سدا آتی یہ ہر سُو سے نبیؐ کو
خدا کے راز دانانِ جلی کو

یہ خلقت اِس قدر فائق نہیں ہے
خدا کے نام کے لائق نہیں ہے

ہے اِن میں خون شامل کھتری کا
سبق کیوں تجھ سے لے یہ بہتری کا

یہ پیارے حشر تک قصہ رہے گا
زمانوں کا یونہی حصہ رہے گا

یہ دُنیا اب اُسی کردار میں ہے
یہ دُنیا اب اُسی منجھدار میں ہے

ہیں جن قوموں کے حصوں میں یہ مائیں
وہ کب جنت کے پھل بوٹے اُگائیں

خبر اِن کو خدا کی، شوہر کی کیا
گدھوں کو ہو شناخت گوہر کی کیا

اُسی ماں کا ہے اب یہ دوردورا
بنایا اس نے بھی بیٹوں کو مُہرا
کہ بڈھا اِن کے ہاتھوں مار کھائے
مرے ذلت میں یا پھر بھاگ جائے
یہ شوہر کے مطالب کو نہ جانے
یہ شوہر کی قدامت کو نہ جانے
ہے بندے پر خدا سلطان جیسے
ہے بیوی پر شوہر ذیشان ایسے
نظر نہ ہو تو ٹھنڈی دھوپ ہے یہ
نظر ہو تو خدا کا روپ ہے یہ
اے عورت شوہر کی مُورت کو دیکھو
خدا کے حُسن کی صورت کو دیکھو
ہزیمت آہ تیری تقدیر میں ہے
خصومت آہ تیری تقریر میں ہے

وہی گھر گھر میں ہے سنگلاخ عورت

وہی بے ادب اور گستاخ عورت

کوئی صحن عدالت میں کھڑی ہے

کوئی تھانے کی وردی میں جڑی ہے

جو پوچھو مرد کو کیا کر دیا ہے

تو کہتی ہے مسخر کر لیا ہے

وہ میرا مست وہ میرا گیانی

لٹا دی مہر میں جس نے جوانی

یہ کوٹھی کار یہ گلشن یہ دھارے

لکھے ہیں مہر میں اس نے ہمارے

میں چاہوں تو اِسے آباد کر دوں

میں چاہوں تو اِسے برباد کر دوں

نشہ جبلت کا جب کافور ہو گا

قدح دو دن میں چکنا چور ہو گا

ا۔ حق مہر

مہر کا زہر پھر چلتا کرے گا

حشر تک ہاتھ یوں ملتا رہے گا

یہ میرے دور کی ہے کامرانی

میری سُسرال پہ ہے حکمرانی

یہ میری ماں کا ہے مجھ کو پڑھانا

کہ بیٹی ساس کو نہ تم کھلانا

تیری نانی کا بھی یہ سلسلہ تھا

کہ جس کے جاتے ہی گھر بٹ گیا تھا

ہے لازم تجھ پہ بھی اماں کی سنت

چلے سینہ بہ سینہ یہ طریقت

رہا سُسرا تو یہ اِک لات کا ہے

یہ کھُسرا تو فقط اِک بات کا ہے

اسے چپکے سے اِک دھکا دکھانا

نہیں پڑتا یہاں، پڑھنا پڑھانا

متاع اِن کی ہو جتنی ہاتھ میں ہو
جگر اِن کا تمہارے ہاتھ میں ہو
تیرا پھولوں سے جب آنگن بھرے گا
مقدر تب تیرا روشن کرے گا
یہ دادی، دادا، پوتوں پر مریں گے
فدا جانیں وہ اِن سب پر کریں گے
جو پھر بھی آگے تیرے ماریں دھرنا
تو پوتوں کو علیحدہ اِن سے کرنا
وہ جھٹ اِس سے دلِ دو نیم ہوں گے
تیرے آگے سرِ تسلیم ہوں گے
تم بچوں کو سب اپنا روپ دینا
نہ اُن کا سایہ، اُنکی دھوپ دینا
جب بچے سب تیرے جوان ہوں گے
تب پورے دِل کے سب ارمان ہوں گے

یہ باتیں یاد رکھنا ! عارفانہ

اِنہیں دشمن تم اُن سب کا بنانا

سَروں میں ہو، خُمارِ باغیانہ

رُخوں پر ہو، غبارِ قاتلانہ

جو اِن سب میں تیرا گفگیر[2] ہوگا

خُصومت میں وہ تیرا پیر ہوگا

اِسے خوش بختیوں کے نام دینا

اِسے کرنے نہ کوئی کام دینا

یہی قوت، تیرے کہرام کی ہے

یہی اِک چیز تیرے کام کی ہے

تیرے یہ ہاتھ کی شمشیر ہوگا

یہ اپنے باپ کی تحقیر ہوگا

وہ دَم دَم دیکھ کر اِسکو مرے گا

وہ اپنے لیکھ پر ماتم کرے گا

۲۔ چھچ۔ تیر اڑا دینا۔

یہ چند ترکیبیں مجھ کو تھیں وصیت
جو میں نے تجھ کو کر دی ہیں نصیحت

☆☆☆

نوٹ

نادان ہے وہ شخص جو باپ کی سختی کو ظلم اور ماں کی نرمی کو کرم سمجھتا ہے۔ جبکہ باپ کی سختی میں جنت اور ماں کی نرمی میں دوزخ پوشیدہ ہے۔

شفقت فاضلی

☆

سجدہ ادب

☆

وہی سجدہ ہے یہ جس کو کہ تُو نے
اٹھا رکھا ہے آج اپنی جبیں سے
ادا کر باپ کے آگے خدارا
نہیں ہے پاس تو لے آ کہیں سے
تری ماں کے ہے جو قدموں میں جنت
اسی سجدے کی ہے مرہونِ منت
نہ ہوتا یہ فروزاں گر جبیں پر
کبھی جنت نہ آتی اس زمیں پر

اسی سے ہے تمہاری ماں کا رشتہ
محبت میں خدا کا روپ جس کا
اسی سجدے میں ہیں رازِ نہانی
معارف کے لطائف لامکانی
اسی سجدے میں پوشیدہ وفا ہے
ولائیت کا یہ پہلا راستہ ہے
جہاں کی عظمتیں، اِس کے قدم سے
جہاں کی ذلتیں، اس کے عدم سے
یہ جس دن سے گیا تیری جبیں سے
کرامت اٹھ گئی تیری، زمیں سے
ہے یہ اعلان بی بی ہاجرۃ کا
اور اس کے پسرِ شاہِ دوسریٰ کا
تو جس دن باپ کے آگے جھکے گا
جہاں کا پیشوا اُس دن بنے گا

نوٹ۔ اپنے بزرگ باپ اور پیشوا کی عظمت اور بزرگی کو دل و جان سے تسلیم کر کے ان کے آگے نگاہ نیچی اور سر کو خم رکھنے کا نام سجدہ ادب ہے۔

حضرت سلیمانؑ اور مردِ آزاد

نظر ہے قید و بند میں تو مکاں تیرا زمیں پر ہے
نظر آزاد ہے تو پھر جہاں عرشِ بریں پر ہے

☆☆

مردِ آزاد نے اِک دن زمین پر آسماں دیکھا
ہوا پہ تیرتا اِک تختِ آسودہ جہاں دیکھا
اُٹھائے پھر رہے تھے دیوتا اُسکو بصیرت کے
وہاں سے آج تک ڈنکے ہیں انکی شان وشوکت کے
جوان کا بادشاہ تھا آج تک کوئی بادشاہ ویسا
جہاں کی آنکھ نے دیکھا نہ اُس سا ہو سکا پیدا

سلیمانؑ نام تھا اُس کا نبوت میں یگانہ تھا
ہوا میں گونجتا رہتا سدا اُس کا ترانہ تھا
خدا کی حمد کرتا جا رہا تھا دوشِ صبا پر
قدم اُس کے زمیں پر تھے نظر اُسکی ثریا پر
نہ ایسی شان وشوکت کا نبی کوئی یہاں آیا
نہ ایسا دل نشیں چہرہ کسی اِنسان کا دیکھا
اُسے جو دیکھتا بس دیکھتا بس دیکھتا رہتا
زباں سے نام جپتا اور دل میں پوجتا رہتا
وہ اِک دن سیر کو نکلا سمندر کا کنارہ تھا
زمیں سے تخت اُس کا دور سے لگتا ستارہ تھا
زمیں سے ایک مردِ آشنا نے جب اسے دیکھا
سبحان اللہ کہا اور ضرب دے کر تخت سے نکلا
نظر آزاد تھی وہ چیرتی دلدار تک پہنچی
زمیں کے بادشاہ کو چھوڑ کر ابرار تک پہنچی

کہا دل میں عطا کر دہ جو ایسی بادشاہی ہے

اصل تیری جو شاہی ہے بتا کیسی وہ شاہی ہے

جو جن کی ایسی شوکت ہے توکل کی آن کیا ہوگی

جو اِنکی شان ایسی ہے تو تیری شان کیا ہوگی

کیا حق نے ذرا ٹھہرو میرے احسان کو دیکھو

تمہارے پاس لاتا ہوں ہماری آن کو دیکھو

کہا جبرئیل سے جا کر سلیمانؑ کو یہ فرمائیں

فضا کی سیر سے ہٹ کر ذرا دھرتی پہ آ جائیں

میرے بندوں سے اِک بندہ کھڑا میری طرف دیکھے

نہ تیرا تخت وہ دیکھے نہ وہ تیری طرف دیکھے

زباں پر نام میرا ہے نظر ہے بام پر میرے

وہ کہتا ہے خداوندا، عجب یہ کام ہیں تیرے

وہ میرا نام کیا ہے جس نے اِس گلفام کو گھیرا

تمہارا تخت کیا ہے خود مجھے اپنی طرف پھیرا

یہ سنتے ہی شاہِ افلاک دھرتی پر اُتر آیا
کیا دیکھا فرشِ آسودہ پہ تھا اِک آدمی بیٹھا
بدن پہ بوریا تھا اور کٹیا تھی متاع اُسکی
کمند اُس نے جو تھی ڈالی ہوئی عرشِ اعلیٰ پر تھی
یہ پہلی بار حضرت نے عجب اِنسان دیکھا تھا
جسے نہ تھی دو عالم میں کسی بھی چیز کی پروا
وہ نہ کچھ مانگتا تھا پر خدا خود آپ دیتا تھا
کہ یہ راضی رہے ہر حال میں مجھ سے میرا بندہ
کھلے رہتے سدا جس کے لئے در آسمانوں کے
زمیں نے بھی حوالے کر دیئے قبضے خزانوں کے
خدا کو پوجتا یہ تھا خدا کو دیکھتا وہ تھا
خدا کو جانتا یہ تھا خدا کو مانگتا وہ تھا
خدا کو راضی یہ کرتا خدا کی خود رضا وہ تھا
جو یہ اللہ سے باقی تھا تو اللہ میں فنا وہ تھا

غرض حضرتؑ نے اِخلاق نبوت میں اسے پوچھا
خوشی ہے آپ سے ملکر کہ دیکھا اللہ کا بندہ
حکم مجھ کو ہوا ہے آپ سے میں اسم وہ سیکھوں
کہ جس سے خود خدا جھوما کہ جس سے تخت یہ لوٹا
کہا اُس نے اسمِ اعلیٰ ہے پر مقصد تعلق ہے
تعلق پاک نہ ہو تو عبادت سب معلق ہے
تمہارا تخت اڑتا دیکھ کر دل میں کہا میں نے
سبحان اللہ یہ کیسی شان وشوکت کی عطا تو نے
جو ایسی شان فنا کی ہے بقا کی شان کیا ہو گی
تمہارا تخت کیا ہو گا، تمہاری آن کیا ہو گی
جہاں لاکھوں سلیمانؑ ہاتھ باندھے محو رہتے ہیں
جہاں لاکھوں زمیں وآسماں سُبحان کہتے ہیں
بس اتنا سا تعلق میرا اُس کو بھا گیا ہو گا
جسے پانے کی خاطر، تخت نیچے آ گیا ہو گا

مجھے نہ شاہی بھاتی ہے نہ تیرا تخت بھاتا ہے
میرا تو رابطہ اس سے ہے جو ہم سب کا داتا ہے
یہ سن کر شہنشاہِ وقت کے آنسوں نکل آئے
کہا رو کر خداوندا بتا بندہ کدھر جائے
نجی کر کے مجھے ان جلوتوں میں دیدیا تو نے
اور اپنی خاص خلوت میں یہ بندہ لے لیا تو نے
یہ شاہی ایسی آفت ہے فضل تیرا نہ گر ہوتا
میں رہ سکتا کہاں اسمیں جو تو نہ چارہ گر ہوتا
میں بیٹھا تخت شاہی پر اچھوتا سالگوں بندہ
اصل میں تخت شاہی پر تو ہی بیٹھا لگے اچھا
دعا ہے تو کسی کو پھر نہ ایسا کروفر دینا
نہ ایسے بال و پر دینا نہ ایسا مال و زر دینا
تو اپنے اسم اعظم کی عطا اور خیر و برکت سے
مجھے محفوظ رکھنا اے خدا شاہی کی آفت سے

تو نے اِس خاص بندے کو جو یہ عزت عطا کی ہے
جہاں میں سب سے اعلیٰ ہے جو وہ دولت عطا کی ہے
اِسی احسان کا ذرہ تو مجھ کو بھی عطا کر دے
فکر کو دوسری کر دے نظر کو ماورا کر دے
فقر کے بحرِ متناہی کا وہ قطرہ عطا کر دے
جو تجھ سے آشنا کر دے جو تجھ سے بادشاہ کر دے

☆☆

تمنا لے کے میں بیٹھا رہا پر جام نہ آیا
کنارے بام کے اِک دن بھی وہ گلفام نہ آیا
میری بربادیوں کو دیکھ کر ظالم عدو بولا
تمہیں باتیں تو کرنی آ گئیں پر کام نہ آیا

حضرت موسیٰؑ اور حضرت قصابؒ

☆☆

ایک دن موسیٰؑ نے پوچھا اے خداءِ ذوالجلال
تیری حکمت بے مثال، تیری عظمت لازوال
کیا کوئی مجھ سے بھی بڑھ کر ہے مقامِ شوق میں
تیری چاہت میں کمال، تیری الفت میں نڈھال
اس پہ اللہ نے کہا ہے یدِ بیضا معجزہ
تو شریعت کا تناظر، وہ نبوت کا جمال
عشق و مستی اور ہے اور تن کی دنیا اور ہے
اِس میں ہے تیرا زوال اُس میں ہے میرا جلال

دیکھنا ہے گر تجھے اس دور کا مردِ وفا

تیرے ہی اس شہر میں کرتا ہے وہ کسب حلال

وہ میرا گرویدہ من ہے قوم کا قصاب ہے

اس کے آگے روح امینؑ کی کیا ہے ہستی کیا مجال

دیکھنا ہے تو چلا جا دیکھ اُس کے حال کو

حال اُسکا دگرگوں ہے چال اُسکی لازوال

یہ سنا تو دید کا دریا امنڈا موج میں

سیدھا پہنچا اُس جگہ پر تھا جہاں وہ پُر خصال

دیکھا اُس کو حضرتِ موسیٰؑ نے چشم شوق سے

تول میں وہ کجروی تھا قول میں پختہ مقال

بوٹی ہر اِک سے چراتا ہاتھ کا وہ چور تھا

موسیٰؑ نے جب عمل دیکھا ہوگیا خستہ ملال

بیٹھ کر سب کام اُس کے نوٹ وہ کرتا رہا

ایک بھی نہ کام دیکھا جس میں ہو وہ نیک فال

پھر کہا اُس کو کہ حضرت اب اُٹھیں اور گھر چلیں
گھر میں خلوت کے کہیں چند پیار کی باتیں کریں
اس نے جھٹ پلے میں باندھا جو چرایا مال تھا
وہ ہی اس کا قال تھا اور وہ ہی اس کا حال تھا
آگے تھا جو چل رہا وہ روح کا پہریدار تھا
پیچھے تھا جو جا رہا وہ قوم کا سردار تھا
الغرض قصاب کے گھر جس وقت پہنچا نبیؑ
رہتی سہتی بات تھی جو وہ بھی اب جاتی رہی
دیکھا کہ پنجروں میں بند ہیں دو شیطانی جانور
جنکی حالت دیکھ کر خاموش ہوں حضرت خضرؑ
اِتنے میں قصاب نے اُسباب کونے میں رکھا
پھر نہایت ادب سے ان دونوں کے آگے جُھکا
جتنا تھا وہ چوری کا سب مال آگے رکھ دیا
پانی آگے رکھ دیا اور تھال آگے رکھ دیا

کھا کے دونوں کھانا اُس کا منہ لگے پھر چُومنے
دیکھ کر قصاب بھی چاہت میں بیٹھا جھومنے
بعد پھر اِن کی فراغت سے وہ بچوں میں گیا
کھانا اِک مہمان کا گھر میں پکانے کو کہا
کھانا کیا تھا بات یہ حضرتؑ کے دِل کو کھا گئی
کونسی وہ بات ہے جو رب کے دل کو بھا گئی
جھوٹ چوری کے عوامل سارے اِسکے معاف ہیں
بلکہ اللہ کا ولی ہے پرچے اِس کے صاف ہیں
اتنے میں آواز آئی عمل اِس کا دیکھ لو
کن کی خدمت میں لگا ہے موسیٰؑ اِس کو پوچھ لو
دیکھ کر موسیٰ ابھی تک سوچ میں مغموم تھا
اتنے میں قصاب نے در کھولا اِس مفہوم کا
الہام تھا اُس کو ہوا، القاب تھا اِس کو ہوا
اِس نے اُس کو سر دیا اور اُس نے اُسکو دِل دیا

ہوش میں آتے ہی حضرتؒ نے اُسے پوچھا کیا

کون ہیں یہ جانور تھا پیار جن سے کر رہا

جھوم کر قصاب بولا پیارے سن یہ بات ہے

اِک پیاری ماں ہے میری اِک پیارا باپ ہے

کچھ خرابی اِنکے عصیاں سے عمل میں آ گئی

جن سے اِنکے چہروں پر شامت کی بدلی چھا گئی

میں بلا تخصیصِ صورت خادمِ دیار ہوں

رات دن اِن بادشاہوں کا میں خدمت گار ہوں

جھومتا ہوں در پہ اِن کے ہاتھوں پر بوسہ کروں

آتا ہے جب پیار مجھ کو پاؤں کو چوما کروں

سُن کے اِتنی بات حضرتؒ بیٹھ کر رونے لگے

کیونکہ اِنکی ماں مری کو بھی تھے دن تھوڑے ہوئے

پھر کیا تھا گھر میں اِس کے شور تھا طوفان تھا

اِک طرف قصاب تھا اور اِک طرف سلطان تھا

پھر کہا قصابؒ کو حضرتؒ نے اَے جانِ وفا

اِس عمل سے راضی تجھ پر تیرا اللہ ہو گیا

تیری وہ جنت ہے گھر میں، میں جدا جس سے ہوا

جو عطا تجھ کو ہوا، نہ وہ عطا مجھ کو ہوا

تو نے جنتی کی ہے خدمت میں نہ خدمت کر سکا

تو نے جنتی کی ہے عزت میں نہ عزت کر سکا

میری نظریں پیچھا کرتی رہتی ہیں اعمال کا

جب خدا عالِم برحق ہے دِلوں کے حال کا

تجھ کو خدمت اور وفا نے سب سے اعلیٰ کر دیا

دورِ حاضر کا خدا نے تجھ کو مولا کر دیا

جو ہے چھپنا مجھ سے سودا اُس کا سودا کر دیا

جو ادب کی جان تھا اُس جاں کو افشا کر دیا

زندہ باد اے، زندہ باد، اے زندہ باد

کیا کہوں شفقت کو تُو نے کیا سے کیا کچھ کر دیا

خلیفہ ہارون الرشیدؒ کی کنیزک کا عشق

☆☆☆

اِک کنیزک آشناءِ معتبر
جس کا تھا محبوب اُس سے بے خبر
وہ خلیفہ تھا شہر بغداد کا
جود و عالم میں بڑا دلشاد تھا
جب کبھی شاہ کو وہ اپنے دیکھتی
اُس کے حُسن بے بہا میں ڈوبتی
جب کبھی وہ اُس کی جانب دیکھتا
صحن میں وہ باہر آ کر جھومتی

آگ اِتنی بڑھتی، بڑھتی بڑھ گئی
سر سے پا تک اُس کو کندن کر گئی
بادشاہ تھا اُس سے بالکل بے خبر
تھی کنیزک کی مگر اُس پر نظر
چاند تاروں میں اُسے وہ دیکھتی
من کے پاروں میں اُسے وہ جھانکتی
ذرے ذرے میں اُسی کے نور کو
سجدے کرتی اور اُس کو پوجتی
بادشاہ ہر سال دولت بانٹتا
جو نہ لیتا تھا وہ اُس کو ڈانٹتا
اس طرح اِک سال شاہ نے یہ سنا
اک کنیزک نے کبھی کچھ نہ چنا
ہاتھ خالی جاتی ہے یلغار سے
یہ عمل خالی ہے اِس اِسرار سے

یہ سخاوت میں تمہاری ماند ہے

جبکہ تو سخیوں میں روشن چاند ہے

شاہ نے بلوایا پری اندام کو

اور سمجھایا سخائے عام کو

کیا تجھے دربار یہ بھاتا نہیں

کیا کسی پر دل تیرا آتا نہیں

سُن کے چپکے سے کنیزک نے کہا

کیوں نہیں جب تو ہے میرا بادشاہ

میں گدا ہوں اور غریب بے نوا

کون مالک ہے میرا تیرے سوا

دل میرا ڈرتا ہے اِس اقرار سے

راندی نہ جاؤں تیرے دربار سے

چاہتی ہوں جس کو وہ ملنا چاہئے

مانگتی ہوں جو وہ دینا چاہئے

اس پہ ہنس کر شاہ نے اُسکو یہ کہا
میں سخی ہوں اور سخی ہے آ تما
وہ سخی کیا جو عطا کرتا نہیں
وہ گدا کیا جو صدا کرتا نہیں
تو کنیزک ہے، گدا فرمایئے
میری شاہی کی وفا آزمایئے
پھر کہا گلفام نے اے بادشاہ
جو میں مانگوں گی کیا ہو گا عطا
اسکی اِک تحریر مجھ کو چاہیے
اِک وسیلہ پیر مجھ کو چاہیے
بادشاہ نے پھر عطا نامہ لکھا
اس عطا پر اِک وفا نامہ لکھا
ہاتھ میں گلفام کے وہ دے دیا
گنتے گنتے سال پھر وہ آ گیا

پھر اُسی کہرام میں محفل اُٹھی
پھر اُسی اکرام میں مجلس سجی
پھر خمارِ آنکھ پر کاجل اُٹھا
پھر کنارِ بام پر قاتل اُٹھا
پھر گھڑی آئی وفا کے نام کی
پھر صدا اُٹھی اُسی بہرام کی
جو اُٹھانا ہو اُٹھالو عام ہے
جو لے جانا ہو لے جاؤ عام ہے
ہر کسی نے اپنے ذوق سے
چیز ہتھیا لی ہواءِ شوق سے
جب ہوا و حرص کی جولانیاں
ٹھنڈی ہوئیں حرص کی طغیانیاں
جسکی جس پر تھی نظر ٹھہری ہوئی
شۓ وہی تھی ہاتھ میں پکڑی ہوئی

ہر ہوا ء شوق میں مسر ور تھا

ہا تھ خا لی تھا مگر منظو ر کا

جب ٹھکا نے پر فسا نے لگ گئے

جب کنا ر ے پر ز ما نے لگ گئے

شاہ نے لونڈی کو جو دیکھا دُور سے

اَب بھی خالی ہا تھ تھے مُستو ر کے

پھر کہا اُ س کو ا ے جا نِ ا ر تقا

کیا ابھی تک جا نا مجھ کو بے و فا

ہا تھ میں میری تو و ہ تحر یر د یکھ

کس طرح لکھی ہے و ہ تقد یر د یکھ

کیا میر ے اِ خلا ص پر تکیہ نہیں

کیا میر ے ا خلا ق کو د یکھا نہیں

آ ج با د ل کی طر ح چھا یا ہوں میں

آ ج محفل میں تجھے لا یا ہوں میں

آج کا بھی سال تیرا مر گیا

کون ہے جو تجھ پہ جادو کر گیا

اُسکو میں قدموں میں تیرے ڈال دوں

جتنا چاہے گا میں اُس کو مال دوں

تو کہے تو گھر کے در سب کھول دوں

تو کہے تو مال و زر سب تول دوں

دھیمے سے بولی وہ حرمِ نازنیں

آفریں اے شاہ، تمہاری آفریں

اب سُنیں آرام سے قصہ میرا

دے مجھے الہام سے حصہ میرا

تُو تمنا ہے، تُو میری آرزو

تُو میری دُنیا ہے، میری جستجو

میں نے تجھ کو تجھ سے مانگا تجھے

تجھکو تیری آنکھ سے دیکھا تجھے

تیرے آگے اور دیکھا کچھ نہیں

تجھ کو سمجھا، اور سمجھا کچھ نہیں

اَب مجھے اپنی قبا میں لیجیے

اَب مجھے اپنے نکاح میں لیجیے

یہ تیرے اُمرا تیرے بندے نہیں

اپنوں کے ایسے ہوئے دھندے نہیں

تیرے ہوتے تو یہ تجھ کو مانگتے

مانگ کر تجھ کو نہ پھر پھانکتے

جب سُنی گفتار تو شاہ کھو گیا

جب کُھلے اَسرار تو اُٹھی نگاہ

غور سے دیکھا تو پھر کہنے لگا

واہ پری چہرہ، تمہارا فلسفہ

لے لیا اُسکو نکاح میں شاہ نے

آن وحدت میں کھلا پھر راستہ

سونپ کر اُس کو تمامی چابیاں

پھر کہا یہ شاہ نے کہ اَلوداع

عشق کا دیکھو تماشہ کیا ہوا

شاہ خدا کے عشق میں تنہا ہوا

☆☆☆

یہ محررہ اپنی بیٹیوں کو جہیز میں دیں

آج بھی اس کی ضرورت ہے

اس کو ہندوستان بھر کے ملاحظہ فرماویں

یہ ساس و سسر، اللہ کے اوتار و پیمبر

یہ قدم جہاں رکھ دیں وہی جگہ ہے مندر

ہندو بہو کا عقیدہ

بھگوان داس کا مثالی گھرانہ

میں اپنے پتی رام میں اِس شان کو دیکھوں

درشن جو کروں اِس کا تو بھگوان کو دیکھوں

ہندو بیوی کا عقیدہ

علامہ شفقت فاضلی

تصوف بڑی دولت ہے

میری دولت اُن کے گھر

آج کا المیہ

پہلے اِسے پڑھیئے!

یہ بات تجربے سے لکھ رہا ہوں کہ غیر مسلموں میں بے ادب بہو کے والدین کو بیٹے والے اگر انکی بیٹی کی شکایت کریں تو وہ بیٹے والوں کے آگے انتہائی شرمندگی میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ واقعی ہم اپنی بیٹی کو آدابِ سُسرال سکھانے میں قاصر رہے ہیں پھر بڑی ندامت کے ساتھ اپنی بیٹی کو سُسرال کے آگے جُھکنے پر مجبور کرنے کے ساتھ ساتھ یہ کہہ کر چلے جاتے ہیں کہ بیٹی تو نے ہم کو رسوا کیا۔ تیرا بھگوان تجھ سے ناراض ہے۔ جب تک تیرے سُسرال تجھ سے راضی نہیں ہوتے ہمارے دروازے تیرے لئے بند ہیں۔ یہ ہیں وہ خالص لوگ جو اپنی بیٹیوں کو بیاہنے اور آباد کرنے کے حق میں سچے ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں اکثر گھرانوں میں بے ادب بہوؤں کے والدین اور بھائیوں سے اگر اُن کی بیٹی کی شکایت کی جائے تو یہ اُلٹا بیٹے والوں کو بلیک میل کر کے بجائے بیٹی کو

سمجھانے کے اُسکی پشت پناہی کر کے اُس کے دانت اور تیز کر دیتے ہیں۔
جس پر وہ بھو کی شیرنی کی طرح اپنے شوہر اور اِسکے ماں باپ کے سینوں پر
اِس شکایت کا بدلہ لینے کیلیئے اپنے پنجے گاڑ دیتی ہے۔ شکایت کے اِس
ردِعمل کی اذیت سے دل برداشتہ ہو کر اکثر والدین اپنے بیٹے کو بہو کی بیہودگی
کی اذیت ناک جہنم میں دھکیل کر اُسے علیحدہ کر دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔
نوٹ۔ یہ سچا واقعہ ہے۔ اِسلام کی سچائی اور حقائق پر مبنی حقِ ادب کے
اُصولوں کو ایک ہندو اور اِس کے گھر والوں نے تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ اسکے نور کو
اپنا کر یہ سمجھایا ہے کہ اسلام کا سماج کے حوالے سے ایک گھر کے اندر اولاد کا
اپنے والدین کے ساتھ بہو کا سُسرال کے ساتھ اور بیوی کا اپنے شوہر کے
ساتھ حقِ ادب کا کیا رنگ ہوتا ہے۔
یاد رکھو!۔ اِسلام کسی چیز یا فرد کا نام نہیں بلکہ حقِ ادب کے اُصولوں کی ادائیگی
کے نور میں کھو جانے کا نام اسلام ہے۔

شفقت فاضلی

از

رحیم یار خان

یہ شہر کہ آباد ہے صحرا کے دامن میں
چرچا ہے یوں اِس شہر کا طائرانِ چمن میں

دولت بھی ہے صورت بھی مگر دل نہیں رکھتا
لیلیٰ کیلئے اپنی یہ محمل نہیں رکھتا

کاجل کا تقاضہ ہے کہ آنکھیں نہیں ملتیں
آنکھوں کو شکایت ہے کہ کاجل نہیں ملتا

اِنسانوں سے بہتر ہیں بیابان یہاں کے
جب ذوق نہ ہو دل میں تو انسان کہاں کے

اب شہر کے اِطلاق سے منہ موڑ رہا ہوں
اِک ہندو برہمن سے سماں جوڑ رہا ہوں

رہتی تھی سرِ راہ سدا اس سے ملاقات
اِخلاق و مروت پہ ہی چلتی تھی میری بات

جیسا کہ میں گفتار میں بے باک و ہن تھا
ایسے ہی وہ کردار میں شاداب چمن تھا

اِک روز کہا میں نے کہ گھر اپنا دکھاؤ
کیسی ہے تیری آل ذرا مجھ سے ملاؤ
کہاں اُس نے بڑے شوق سے کل گھر پہ ملیں گے
اللہ کا کرم ہوگا کہ جب آپ چلیں گے
میں وعدے پہ کل جب کہ درِ یار پہ پہنچا
سرتاپا وہاں گُل بادہن پیار کو دیکھا
اِک لڑکا تھا جو مجھ کو وہاں لینے کھڑا تھا
وہ چاند کا ٹکڑا تھا یا مرمر کا دیا تھا
وہ دوڑ کے ہاتھوں کو میرے چومنے آیا
اور مثلِ صبا گرد میرے گھومنے آیا
پھر چپکے سے اُس شاد نے دروازے کو کھولا
جیسا کہ پری زاد نے پھولوں کو ٹٹولا
پھر آگے جو قصہ ہے بیاں ہونے لگا ہے
دل بوڑھا میرا پھر سے جواں ہونے لگا ہے

کیا دیکھا کہ وہ ہندو سرِ سیج تھا بیٹھا
پائے سے لگی بیٹھی تھی اُس رام کی سیتا
کرسی جو برابر میں میرے اُس نے دھری تھی
مرمر کے ستاروں سے وہ سرتا پا جڑی تھی
اتنے میں دو خوش پوش جواں شہر سے آئے
نوٹوں سے بھرے تھیلے وہ بازار سے لائے
پہلے تو قدم باپ کے اِن دونوں نے چومے
پھر مثلِ ہوا دونوں گردِ ماں کے گھومے
پھر میری طرف دونوں نے سر اپنے جھکائے
بعد ان کی اجازت سے وہ کمروں کو سدھائے
ایک اور نظارہ جو یہاں دیکھا گیا تھا
حوروں کو سرِ عام یہاں بھیجا گیا تھا
دو مرمریں چہرے تھے جو گھونگھٹ میں چھپے تھے
حال ان کا تھا ایسے کہ وہ اس گھر پہ مٹے تھے

پھر میں نے یہ پوچھا کہ ہیں یہ کون فرشتے
کہا دونوں بہوئیں ہیں، یہ افلاک کے رشتے
پیروں سے وہ ننگی تھیں وفا جھوم رہی تھی
عورت کا حسن اُس کی حیا گھوم رہی تھی
پھر میں نے کہا دیں جو اگر آپ اجازت
چند باتوں کے کرنے کی اگر مل جائے مہلت
کہا ہنس کے یوں دونوں نے کہ دھن بھاگ ہمارے
سو باتیں کروان سے ہیں یہ بچے تمہارے
آج ہم بھی یہ دیکھیں کہ زباں منہ میں ہے ان کی
تعلیم و فراست میں بڑی دھوم ہے جن کی
پھر پوچھا بڑی کون ہے کیا نام ہے اس کا
اِک بولی کہ چچا! ہے میرا نام گویتا
اتنے میں جو چھوٹی تھی وہ ابہام میں بولی
سیتا جی مجھے کہتے ہیں، ہوں رام کی گولی
پھر پوچھا کہ تعلیم کہاں تک ہے تمہاری
کہا دونوں نے اب ایم اے کی کرنی ہے تیاری

تعلیم جو یہ ہم کو ہے، قرآں سے ملی ہے
اللہ کے نبی پاکؐ کے عرفاں سے ملی ہے

باقی جو دھرم ہے وہ ہمیں ماں سے ملا ہے
سُسرال کا سایا بھی اسی چھاں سے ملا ہے

پھر پوچھا کہ تم پاؤں سے کیوں ننگی پھرو ہو
سہمے ہوئے چپ چاپ کیوں قدم دھرم ہو

بولیں کہ حرم پاک میں حجاج کو دیکھو
یا دار پہ کھینچے ہوئے حلاج کو دیکھو

اِن جگہوں پہ ان جوتوں کو پہنا نہیں جاتا
جہاں اللہ کا دیدار ہو بولا نہیں جاتا

یہ ساس و سُسر اللہ کے اوتار و پیمبر
یہ قدم جہاں رکھ دیں وہی جگہ ہے مندر

یہ سنتے ہی دل میرا میرے سینے سے بھاگا
جس جینے میں جیتا تھا میں اس جینے سے بھاگا

گردن بھی جھکی تھی میری آنکھیں بھی جھکی تھیں
نبضیں جو میری چلتی تھیں یہ سن کے رُکی تھیں

سنسار جسے راحت و آرام کہے ہے
کعبے میں ملے ہے نہ وہ مندر میں ملے ہے
پھر اس طرح وہ گویا ہوا مردِ دلاور
لاریب کہ اسلام کا سچا ہے پیغمبر ﷺ
کس شان کے تھے چاروں وہ اصحابؓ نبیؐ کے
وہ زینبؓ و زہرہؓ وہ جگر بند علیؓ کے
جو دین وہ لائے تھے وہ اَب دین کہاں ہے
اللہ کی محبت کا وہ اَب سین کہاں ہے
دل میرا بھی چاہتا ہے کہ اسلام میں لاؤں
پھر ڈرتا ہوں میں اس سے بتا کدھر میں جاؤں
میں کلمہ پڑھوں گا تو بہو بات کرے گی
گھونگھٹ کو اٹھا دیگی حیامات کرے گی
بیوی بھی میری آن کے بیٹھے گی سرہانے
میں تیرے برابر ہوں مجھے دیگی یہ طعنے
نہ مولا نہ آقا نہ پتی مجھ کو کہے گی
تو بندہ ہے میرا یوں پکارے گی ہنسے گی

جب بندہ مجھے کہہ کر پکارے گی یہ ناری
بہتر ہے گلے اپنے پہ رکھ لوں میں کٹاری
یہ کہہ کے میری اس نے ہے تکریم کو کاٹا
میں مرد ہوں اس زن نے میری میم کو کاٹا
بیٹوں کے ادب کا جو یہاں دیکھا ہے نقشہ
میں کلمہ پڑھوں گا تو عجب ہوگا تماشا
نہ قدموں پہ سر ہوگا نہ آداب نہ پوجا
چھڑ جائے گا اِن دونوں میں جائیداد کا جھگڑا
اِک نام مسلمانی پہ بے داد مروں کیوں؟
جنت سایہ گھر دے کہ جہنم میں گروں کیوں؟

☆☆☆

عالمِ بے رِیا

☆☆

یہ کسی عالم نے حُکما سے سُنا
کہ ہدایت کا یہی ہے راستہ
کہنے والا خود عمل پیرا بھی ہو
تب اثر ہوتا ہے، کھلتی ہے طبع
تھا گِلہ عالم کو یہ اولاد سے
بیٹے اُس کے عادتاً آزاد تھے
جس طرف چاہتے چلے جاتے تھے وہ
یہ ملا تھا سب انہیں میراث سے
تنگ ہوا عالم جہانِ زار سے
بیٹوں کی اِس حالتِ نزار سے

اُس نے سب بیٹے ہدایت کیلئے
ایک عامل کے حوالے کردیئے
چہرہ جس کا نور سے شفاف تھا
ذرہ ذرہ صورت ماہتاب تھا
عرض کی عالم نے اے جانِ وفا
بیٹوں کا اِخلاق ہے کچھ ناروا
چاہتا ہوں، بیعت ہوں یہ آپکی
سمجھیں دانش، علم وحکمت باپ کی
بیٹے سب ہاتھوں میں اُس کے دیدیئے
پھر کہا اِن کو...... ہدایت کیجئے
وہ مریدوں کو اکیلے لے گیا
اور اُن کی باتیں پھر سُننے لگا
سب نے پیرِ باوفا سے یہ کہا
عرض ہے ہم سب کی، اے مردِ صفا

ہم کسی سے پوچھ گچھ کرتے نہیں
اور کسی کی دھونس میں رہتے نہیں
ہم نہ جانے لُغتِ اِخلاق کو
ہم نہ مانیں اِس طرح کی بات کو
من کی مرضی کے سبھی محتاج ہیں
بادشاہ ہیں ہم، اگر بے تاج ہیں
آپ بھی اچھے سے لگتے پیر ہیں
آپ کے ابا بھی کیا دِل گیر ہیں
پھر تماموں کو اُٹھایا، پیار سے
اپنا قصہ بھی سنایا، پیار سے
بدنصیبی سے وہ پیرِ باصفا
اُسکی بھی کچھ عقل میں سوراخ تھا
وہ بھی مرکز سے بڑا بیزار تھا
وہ بھی آکڑ خاں تھا، خودمختار تھا

کان میں کہنے لگا بھئی واہ واہ

خُوب گذرے گی ملے ہیں ہم نوا

میں بھی مرکز سے قطعی بیزار ہوں

میں تماشائی نہیں، دیدار ہوں

سُن کے اُن کی بات عالم بے رِیا

پیٹ کر وہ ماتھا اَپنا رہ گیا

☆ ☆

صدا مُرغِ سدرہ

بیوی بچے تیرے لئے فتنہ اور آزمائش ہیں

(القرآن)

☆ ☆

بیٹی پیدا ہو تو سمجھو گھر گیا[1]

بیٹا پیدا ہو تو جانو سر گیا[2]

گھر میں بیوی گر تیرے بے ذوق ہے

جانو، نخوت کا گلے میں طوق ہے

مرد عورت کو سکھاتا ہے حجاب

مرد عورت کو بناتا ہے شراب

مرد نے اس کی حیا کو کم کیا

مرد نے اس کی جفا کو دم دیا

جتنی عورت میں ہے یہ آوارگی

ساری مردوں کی ہے یہ بیچارگی

مرد جو علم و حیا سے دور ہے

اِسکی سب مردانگی بے نور ہے

۱۔ جہیز وغیرہ۔

۲۔ عزت۔ نافرمان بیٹے کی وجہ سے عزت گئی۔

دُنیا میں رہنے کی رسمیں سیکھیے

سچی چاہت، سچی قسمیں سیکھیے

بات میری ہے یہ گھر کے باپ سے

نامُرادی کے سراپا پاپ سے

تُو کھلائیگا تو سب ہیں آپ کے

ورنہ سہارے ورثے ہیں یہ پاپ کے

تو نہ دیگا تو، یہ سارے دُور ہیں

تیرے دشمن ہیں، تیرے رنجور ہیں

تیری خدمت کا انہیں کب ہوش ہے

لے لو، لے لو، بس یہی اِک جوش ہے

یہ بنائیں گے یہاں لچھا تیرا

قبر تک چھوڑیں گے نہ پیچھا تیرا

توبہ کرلو اب بھی تھوڑا وقت ہے

آگے منزل، انتہائی سخت ہے

☆ ☆

تصوف اور عاق نامہ

معنیٔ حق، شہنشاہِ دوسرئی
اور آدم، کشتۂ تسلیم را
جس کو حق نے لغزشِ ابلاغ سے
کر دیا ہے عاق ارضِ باغ سے

○

بے حیا، گستاخ ذہن بے ادب
عاق ہونے کے ہیں یہ اسباب سب
باپ کیا ہے، غیرتِ مردانگی !!
اور بیٹا، عبدیت و بندگی
جو ادائے بندگی سے شاق ہے
حزمِ والد سے وہ بیٹا عاق ہے

چھپا ساتھی

موت کا اِبن آدم سے خطاب

☆☆

نہ دیپک کا آتشکدہ دیکھتی ہوں
نہ سطوت کا شاہی قلعہ دیکھتی ہوں
نہ آنکھوں کا چالاک کاجل میں دیکھوں
نہ مقتل کا بیباک قاتل میں دیکھوں
نہ زاہد کی آہِ سحر دیکھتی ہوں
نہ عارف کی بالغ نظر دیکھتی ہوں
میں دیکھتی نہیں ہوں سرہانے کھڑی ہوں
تیرے جھگڑے جھیڑے مٹانے کھڑی ہوں
سدا تجھ سے رہتی ہے تکرار میری
تیرے سر کو کاٹے گی تلوار میری
جو محملِ لیلیٰء ازل مانگتے ہیں
وہی آنکھ والے مجھے جھانکتے ہیں
یقیناً پلٹ کر اِدھر آئیگا تو
بتا مجھ سے بچ کر کدھر جائیگا تُو

عالم برزخ سے

بازار یوسفِ اعظم جل جلالہ تک

☆

لیٹے ہیں جو برزخ میں بیمار قرینے سے
کر دینگے اِنہیں حضرت ہشیار قرینے سے
دروازہ اِسے کھینیئے جنت کے نظاروں کا
دِکھتا ہے یہیں سے وہ بازار قرینے سے
ہزاروں جہاں یوسف سر دینے کو بیٹھے ہیں
شاید کہ وہ آ جائے دِلدار قرینے سے

وہ جس نے محمد ﷺ کو گلیوں میں رُلا ڈالا
یہاں ہوگا اُسی دل کا دِیدار قرینے سے
اِک گوشۂ تنہا سے کوئی رشکِ قمر بولا
اب لے آؤ شفقت کو دربار قرینے سے

☆☆☆

ملامت

ستائش یہ کہ اپنی خوبیوں میں آپ گھِر جانا
ملامت یہ کہ شاہِ ناز کے در پر بکھر جانا

ملامت تو کنیزک اُس خداءِ دوسری کی ہے
ستائش جس طرح باندی ہواءِ عزو جاہ کی ہے

یہ جیسا بھی ہو فہمیدہ مگر کردار مشکل ہے
یہاں ہر چوٹ مشکل ہے یہاں ہر وار مشکل ہے

یہاں پر وہ ہی ٹھہریگا ہے جس کا حوصلہ عالی
نظر ہو جسکی اجلالی، فکر ہو جسکی اجمالی

جہاں کی ٹھوکریں سہنا بہر سُو ہوش میں رہنا
چمن کے کانٹوں پہ چلنا، جفا کے دوش پر رہنا

نفی جیسے بھی حاصل ہو یہی عرفانِ اکمل ہے
گذر جائے جو خیر و شر سے وہ انسانِ کامل ہے

بادشاہی کی

جہاں تُو نے خدائی کی وہاں میں نے وفائی کی

تجھے دُھن بادشاہی کی مجھے دُھن آشنائی کی

قیامت میں جو باتیں ہوں گی وہ سب یاد ہیں مجھکو

تمہاری کبریائی کی ہماری کجروائی کی

ہماری لمبی باتوں سے کلی کُھل جائے گی سب پر

میری اِس آشنائی کی تیری نا آشنائی کی

بتوں کے عشق سے شفقت خدا کا عشق اعلیٰ ہے

یہاں پہ رُوسیاہی کی وہاں پہ بادشاہی کی

//☆//☆//☆//

لیلیٰ ازل

کُھلا اُس شوخ پر کُچھ اسطرح دردِ نہاں اپنا

عدو بھی اِس حوالے سے بنا ہے راز داں اپنا

یُوں لگتا ہے فرشتے بھی گناہگاروں کی دنیا میں

کسی کونے میں چھپ چھپ کر بنالیں گے مکاں اپنا

خدا پُوچھے گا کس نے میری رحمت سے مزاحمت کی

وہاں پھر پہلے نمبر پر لگے گا آستاں اپنا

خدا کہہ دے گا شاید تم ہی تھے سارے زمانے میں

جسے کل دیکھ کر روتا رہا وہ لامکاں اپنا

بتاؤ مجھکو بھی آخر یہ فرقت چیز ہے کیسی

کہ جس کے ذکر نے رنگیں کیا سارا جہاں اپنا

میں کہہ دوں گا خداوندا تجھے فرقت سے کیا نسبت

وہ جانے جس نے کانٹوں پر سجایا آشیاں اپنا

اگر تم اہل دل ہوتے تو تجھ سے بات بھی ہوتی
تمہارا تو ہے دل والوں سے تنہا کوہستاں اپنا

لگے سینے میں تیرے دل نہیں سنگین پتھر ہے
تبھی تو چھوڑ کر سر لوٹتا ہے ہر فغاں اپنا

میرے آقا، میرے مولا تجھے دھن ہے خدائی کی
مرا تو کم نصیبی نے مٹا ڈالا نشاں اپنا

خدا کہہ دے گا عاشق بن کے اب معصوم بنتے ہو
مجھے لیلیٰ ازل کہہ کر بنایا جانِ جاں اپنا

اسی کے زمزموں پر جب تم میرے گیت لکھتے ہو
اسی سازِ دروں پر رقص کرتا ہے مُغاں اپنا

اُٹھو لیلیٰ کے سنگ اپنے ابھی صحرا کو چلتے ہیں
حشر ڈھاتا پھرے گا حشر میں شعلہ بیاں اپنا

اُسی صحرا کے ذروں میں چلو شفقت سے ملتے ہیں
تمہارے ہی بہانے دیکھ لوں وہ راز داں اپنا

عشق بازی نظر بازی

کچھ خاک مری اُن کے چوراہے میں پڑے گی

کچھ اُن کی گور گاہ کی ہواؤں میں اُڑے گی

جب کھڑکی مکاں اُس کے کی اِس طرف کُھلے گی

تب نظر میری خاک سے اُس طرف اُٹھے گی

پھر ہو گا بپا شور کہ جب پردہ پڑا ہے

پھر کون فضاؤں سے مجھے جھانک رہا ہے

اب ایسا گناہ گار بھی پھرتا ہے بھرم میں

بن پوچھے مجھے ملنے چلا آیا حرم میں

جس جگہ بھی رہتا ہے اُسے پکڑ کے لاؤ

بکھرا ہے فضا میں تو اسے جکڑ کے لاؤ

چھوڑوں گا نہیں سخت گنہ گار ہے ٹھہرا

پکڑا ہے رنگے ہاتھوں سزا وار ہے ٹھہرا

پھر حُسن کے جلاد مجھے لے کے چلیں گے
اور چپکے سے شہہِ ناز کے کانوں میں کہیں گے

حاضر ہے درِ ناز پہ بیداد وستم زاد
اِک طرف عشق باز ہے اِک طرف حُسن ساز

نہ رِند ہے ساقی ہے نہ خاصانِ خدا ہے
پر رکھتا نظر بازی کا انداز جدا ہے

پھر کہہ دے گا وہ ناز کہ اب پردے ہٹا دو
اب میری نگاہوں سے کہیں اِس کو چھپا دو

جو پہلے ہوا اُس کی وہ تنسیخ کرو تم
اس تازہ عشق بازی کی تقلید کرو تم

آتا ہے جسے اب وہ ہوا بن کے چلے گا
شفقت کی طرح مجھکو فضا بن کے ملے گا

//☆//☆//

کیا کیا دیکھا

دنیا بھی اِک پُتلی کا تماشا دیکھا
بندوں کو نچاتے ہوئے مولا دیکھا
کسی کے واسطے دوزخ کسی کے واسطے جنت
خیروشر کا عجب بہتا یہ دریا دیکھا
یہ کاری تجھے کرتی ہے ریزہ ریزہ
بِنا اس کے کسی کو بھی نہ جھکتا دیکھا
خدا کہنے کی فرعون میں ہمت تھی کہاں
راتوں کو جسے سجدوں میں روتا دیکھا
آگ لینے کی نیت سے گئے تھے موسیٰ
جن کو پھر دید کا کرتے واں تقاضا دیکھا
کہا جسکو کہ افلاک ہیں سب تیرے لیے
چشمِ افلاک نے پتھر اُسے پڑتا دیکھا

☆☆

کام تیرا ہو گیا

☆☆

تجھ کو لے کر میں جہانِ رنگ بو میں کھو گیا
ایسے لگتا تھا کہ میں تُو ایک جیسا ہو گیا

فاصلے جتنے بھی تھے سب کرچی کرچی ہو گئے
ایک جینا ہو گیا اور ایک مرنا ہو گیا

پھر وہی تُو نے کیا جو پہلے تُو کرتا رہا
آج اس کا ہو گیا اور کل تُو اس کا ہو گیا

یاد رکھ مجھ سا نہ تجھ کو مل سکے گا آشنا
جس نے ہر مصرعے میں لکھا تُو ہمارا ہو گیا

جھوٹ سے سچ کو تو نے پیار میں دھوکہ دیا
مجھ کو دیکھو، جھوٹ آیا پیار سچا ہو گیا

توڑ کر دل کو ہمارے کیا کرو گے شہر میں
جس کے ہر پر نام سے ہر نام تیرا ہو گیا

یونہی اکثر ہو رہا ہے شفقتِ بیداد سے
دل جہاں بھی ٹوٹا اپنا، کام تیرا ہو گیا

☆☆

قیامتِ صغریٰ

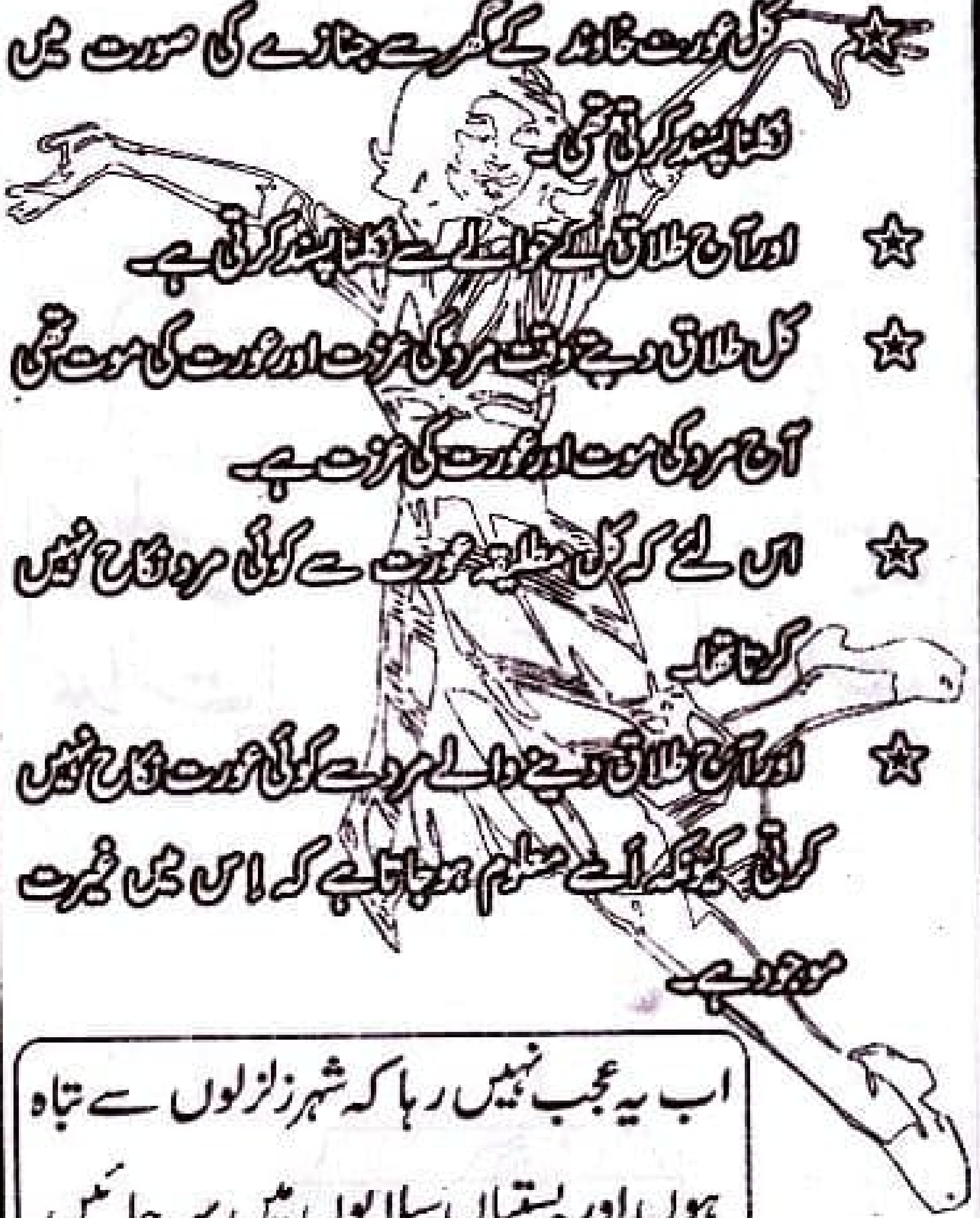

★ کل عورت خاوند کے گھر سے جنازے کی صورت میں نکلنا پسند کرتی تھی۔

★ اور آج طلاق لے کر وہاں سے نکلنا پسند کرتی ہے۔

★ کل طلاق دیتے وقت مرد کی عزت اور عورت کی موت تھی آج مرد کی موت اور عورت کی عزت ہے۔

★ اس لیے کہ کل مطلقہ عورت سے کوئی مرد نکاح نہیں کرتا تھا۔

★ اور آج طلاق دینے والے مرد سے کوئی عورت نکاح نہیں کرتی کیونکہ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں غیرت موجود ہے۔

اب یہ عجب نہیں رہا کہ شہر زلزلوں سے تباہ
ہوں اور بستیاں سیلابوں میں بہہ جائیں

سرفراز احمد

عدالتِ عظمیٰ کے حضور وکلاء مرد وزن پر

اصلاحی تبصرہ

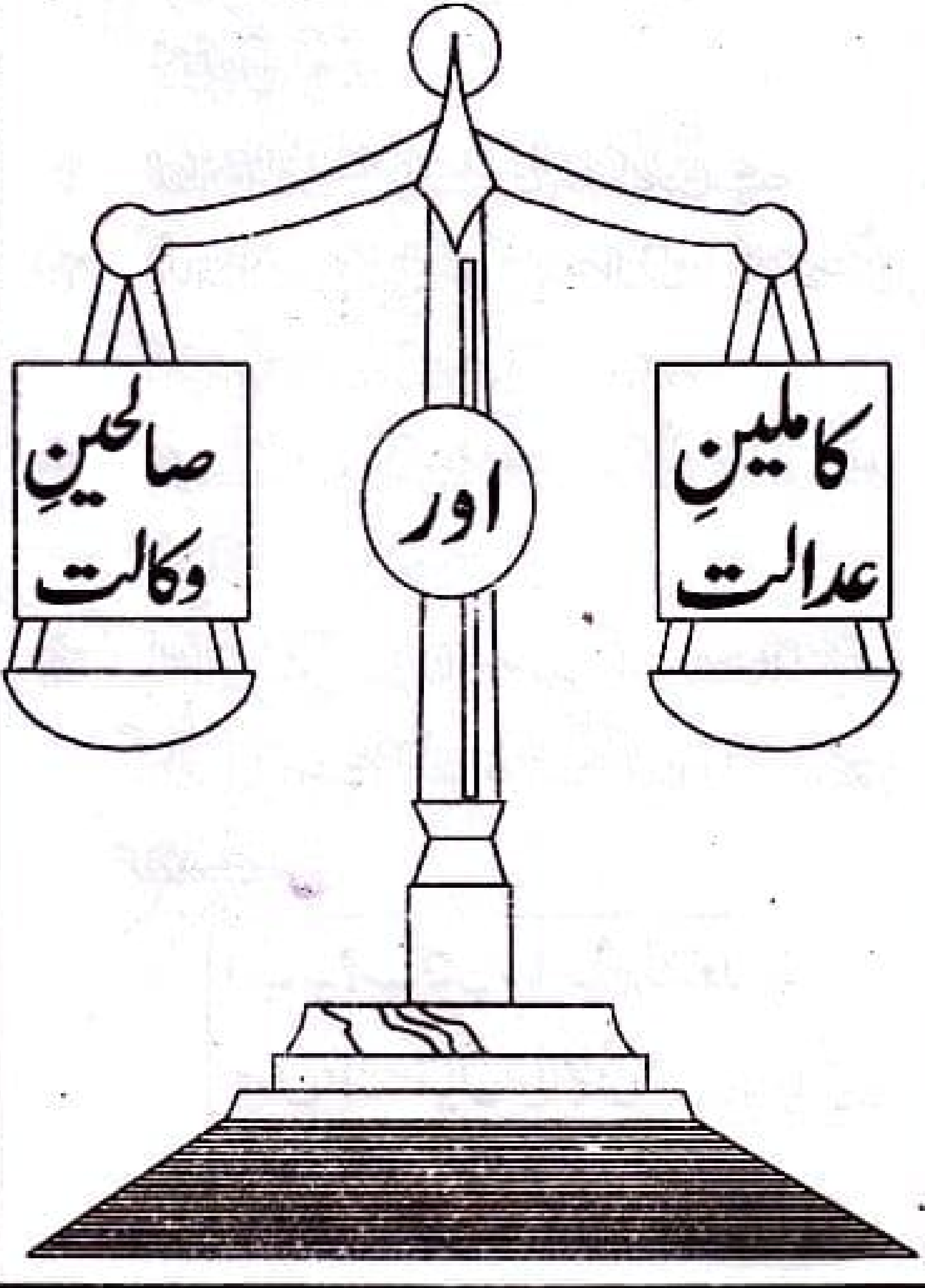

کاملینِ عدالت اور صالحین وکالت

☆☆

وکالت اِک مقدس دستگیری
صداقت اور دیانت کی اَمیری
عدل گر جان ہے تُو ہے دل وکالت
عدل ایمان ہے تو ہے دیں وکالت
مگر الحاق اب دونوں کا یوں ہے
عدالت سے وکالت دِگرگوں ہے
گُہر اِدراک پر اب پڑ گئی ہے
شفق ظلمت کے ہتھے چڑھ گئی ہے
رفیقوں کے ہیں اسکے در پہ پھیرے
رہیں دجال اکثر اِس کو گھیرے

یہاں جو قاتل و راہزن جلی ہے
ضمانت میں یہ اِن سب کا ولی ہے
یہ عورت جو عدالت میں کھڑی ہے
خصومت میں یہ خاوند سے لڑی ہے
خُلع کا کیس ہاتھوں میں لئے ہے
یا کوئی اِتہام خاوند پر کئے ہے
مہرِ عورت کا کل یہ کلیم کرے گا
مرد اپنی قبا میں جل مرے گا
خدا خاوند ہے، خاوند سے خدا ہے
یہ کم عرفان عورت پہ کُھلا ہے
جہاں میں شور جو طلاق کا ہے
شرارہ یہ اِسی چمقاق کا ہے
زمانہ اور قیامت ڈھا گیا ہے
نشہ عورت پر اِس کا چھا گیا ہے

وکالت کا کلاہ اِس نے بھی پہنا
پسند اِس کو نہیں پردے میں رہنا
عدالت میں ہے،جب یہ لہلہاتی
بہت کم بولتی ، کم مسکراتی
ابھی ججوں کی سیٹوں پر ہے دھرنا
جہاں مردوں کو ہے بے موت مرنا
صدی اگلی،لبؔ ورخسار کی ہے
بہر سُو رفت اِس تارتار کی ہے
حیاء عورت کی ہوگی تارا تارا
پتہ مردوں کا ہوگا پارہ پارہ
ہے پہرہ عقل پر حیرانگی کا
جنازہ پڑھ لو اَب مردانگی کا

☆☆

عدالتِ عُظمیٰ کے حضور حقائق کی تلخیوں کے ساتھ

عورت کی جہالت اور شہبازِ وکالت

☆ ☆

محبت میں اگر جھگڑا نہ ہوتا

جہانِ رنگ و بُو مہکا نہ ہوتا

جہاں میں شوہر کی کتنی ہے عزت

بہت کم جانتی ہے اِسکو عورت

ذرا سی بات پر جھگڑا اٹھا دے

تباہی کا اِسے مسئلہ بنا دے

بگڑ کر میکے اپنے جا کے بیٹھے

اب اُگلے کام اِسکی ماں کے لیکھے

ہے پہلا مرحلہ، مسئلہ خُلع کا
وکالت کے شہہ فہم وذکا کا
وہ ملتے ہی گرہ اِسکی لگادے
جو سوتی تھی کلا اِسکی جگادے
جو عورت اِسکے ہتھے چڑھ گئی ہے
وہ شاخِ آشیاں سے جھڑ گئی ہے
عُقابِ گفت کی پرواز دیکھو
وکالت کا میری شہباز دیکھو
عدالت میں اُسے دشنام دونگا
ناکردہ حرکتوں کے نام دونگا
دلائل دے کے میں توڑوں گا اُسکو
خُلع لے کے ہی میں چھوڑوں گا اُسکو
دفعہ ایسی لگا دونگا میں اُسکو
عدالت سے بھگادوں گا میں اُسکو

صاحب کے سامنے فریاد کرنا
جو سمجھاؤں اُسے تم یاد کرنا
تیرا ویسے بھی معصومہ لقب ہے
عدالت میں بہت تیرا ادب ہے
جہاں میں مرد کا اب کام کیا ہے
یہ کیا ہے اور اِس کا نام کیا ہے
کہاں اب اسکی عظمت اور عزت
کہاں اب اِسکی حرمت اور خدمت
کرامت کی اگر یہ اوج پر ہے
فضاء مہر و ماہ کی موج پر ہے
شرافت کا بنا پھرتا ہے پیکر
اکڑ نکلے گی جب کھائے گا ٹھوکر
یہاں کچھ تلخیاں اُس کو دکھانا
جنہیں سُن کے یہ کانپ اٹھے زمانہ

یہ چند فقرے بیاضِ پیر سمجھو
ٹھکانوں پر لگے تم تیر سمجھو
جو گھیرے میں میرے اِک بار آئے
خُلع دے کر ہی وہ لاچار جائے
پھر اِسکے بعد بچوں کی طلب ہو
اِدھر تیری اُدھر اُس کی حرب ہو
یوں اپنے آپ میں گھِر جائیگا وہ
یقیناً خُودکُشی کر جائے گا وہ
رقم میری ذرا دل رِیش ہو گی
علاوہ منشیوں کی فیس ہو گی
فراغت پا کے پھر تم سیر کرنا
میرے حق میں دُعاءِ خیر کرنا
دوبارہ جب تیری بارات آئے
میری خدمات کی بھی بات آئے

**

ترجیحات اصلاحِ معاشرہ

☆☆☆

نہ تھانوں میں جاوء نہ کورٹ میں جاؤ

خدارا، نا عورت کو.........عورت بناؤ

سروں پہ تم ان کے دوپٹے سجاؤ

فرشتوں کی لعنت سے ان کو بچاؤ

طبع میں جو انکی ہے گانا، بجانا

ہے مردوں کے حق میں زہر قاتلانہ

جنگوں میں کل تک تھی آواز انکی

غیرت پہ مرتا تھا، جانباز انکی

تعلیمات اِن کی ، فلاحی نہیں ہیں

یہ شادی شدہ ہیں! نکاحی نہیں ہیں

یہ خاوند سے اپنے کٹی جا رہی ہیں

یہ مرکز سے اپنے ہٹی جا رہی ہیں

یہ سُسرال کے ساتھ رہتی نہیں ہیں

ہدایت کی کوئی بات سہتی نہیں ہیں

وہ عورت جو اپنی قدامت کو چاہے

وہ ہرگز نہ شوہر کی طاعت میں آئے

☆☆☆

یقین اور بہبود آبادی

☆☆

کس شان سے بہتات ہے مخلوقِ خدا کی
پر فکر تیرا، اِس کے مخالف ہے شرمناک
تُو حقِ رزاقی پہ یقیں کیوں نہیں رکھتا؟
کہ بچے سے پہلے یاں جنم لیتی ہے خوراک

☆☆

بارِ غفلت اور بہبودِ آبادی

کتنے غنچوں کو یہاں اس نے سُلا رکھا ہے
فتنہ پرور نے یہ انسان ستا رکھا ہے
جب، افزائش ونفقہ، ذمے آدم کے نہیں
پھر یہ بار کیوں، غافل نے اُٹھا رکھا ہے؟

بحوالہ

حقوقِ خواتین کا عالمی دن

☆ ☆ ☆

بپا ہے حقِ مظلومہ کا ہر سُو شور عالم میں

بچا نہ جس کے فتنوں سے کوئی شاہ زور عالم میں

حریمِ شرفِ خدمت میں اسے رہنا نہیں بھاتا

نقابِ چادر و بُرقعہ اسے لینا نہیں بھاتا

جو عزت آبرو اِس کو خداوند نے عطا کی ہے

اُسی صورت میں شوہر نے دل وجاں سے وفا کی ہے

حقوق اِس کے کیا ہیں کچھ تو اِس سے جانِ جاں پوچھو

کہاں ہیں اِس شاہینہ کے زمین و آسماں پوچھو

یہ مغرب کے خیابانوں کی جانب دوڑتی جائے
یہ رُخ اپنا بیابانوں کی جانب موڑتی جائے
یہ اپنے زورِ بازو سے کما کر ھاڑنا چاہے
یہ یورپ کی طرح شوہر کی غیرت مارنا چاہے
یہ جتنا بھی تعلیمی حُسن سے آشفتہ ہو جائے
یہ جتنا بھی کمالِ آگہی میں گشتہ ہو جائے
اِسے ہر حال میں عورت کا آنچل اوڑھنا ہوگا
اِسے گوروں کی بے شرمی سے رشتہ توڑنا ہوگا
اِسے اس دہکتی وادی میں ہم گرنے نہیں دینگے
مُسلماں اِسکو یوں بے آبرو مرنے نہیں دینگے
یہ سچ ہے کہ وجودِ زن کا جو نہ جامِ جَم ہوتا
نہ موت آتی زمانے میں نہ شیطاں کا قدم ہوتا

آ گہی

میں پہلے آزمایا تھا کیا پھر بھی آزمائے گا؟
یوں لگتا ہے جہنم میں تُو اپنا گھر جلائے گا

☆☆

کارِ دُنیا ہو، یا، کارِ آخرت

زنِ دُنیا ہو یا زنِ اَل بہشت
اِن سے دھرتی پر ہے، شورِ ازدھام
کارِ دُنیا ہو، یا، کارِ آخرت
اِن کے پیچھے بھی یہی ہیں نیک نام

سورج گرہن

☆☆

افلاک کی دنیا میں کمالات کا دن ہے
عشاق سے الفت کے حسابات کا دن ہے
کل اللہ سے احمدؐ کی ملاقات کی شب تھی
آج چاند اور سورج کی ملاقات کا دن ہے

☆☆

۱۔ حضورؐ کی اللہ سے ملاقات بہت بڑے عشق کی بہت بڑی اور طویل ملاقات تھی اس لئے شب کو ہوئی چاند اور سورج کی ہزاروں ملاقاتیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

۲۔ چاند کی سورج سے ملاقات چھوٹے عشق کی چھوٹی ملاقات ہے اس لئے بار بار برسرِ عام دن کو دکھائی جاتی ہے۔

علمائے سُو

تھا جن کا ڈنکا عالم میں ہوئے عرفان سے خالی
پڑے ہیں نان کے پیچھے ہوئے گھر نان سے خالی
تصوف میں یہ نکلا ہے نتیجہ اِن کی ٹیسٹنگ کا
یہ ایسے دل ہیں جو اَب چل رہے ہیں جان سے خالی

☆☆☆

سندھ کے صحراؤں میں قیامت

غور کرو کہ کتنا ہم نے اللہ کو رنجور کیا ہے
جس پر دھرتی ماتا نے بھی پانی ہم سے دُور کیا ہے
فصلیں دانے نگل رہی ہیں، دِل کی تانیں بدل رہی ہیں
گھر گھر کیسی آگ لگی ہے، سر سے ننگی بھاگ بھری ہے
ساون ہم سے چھوٹ گئے ہیں، ساجن ہم سے روٹھ گئے ہیں
قیامت ہر سُو ٹوٹ پڑی ہے، کیوں ہم کو مقہور کیا ہے

☆☆☆

بحوالہء پاکستان

خدا مسلمان سے

☆☆

تُو نے تو کہا تھا کہ ترا نام کروں گا
تو وطن مجھے دے تو ترا کام کروں گا
اُس وعدے کا اَب تو نے کبھی نام لیا ہے
مجھ سچے خداوند کا کوئی کام کیا ہے

☆☆

مسلمان خُدا سے

جس نام پہ یہ دیس مجھے تُو نے دیا تھا
اور اُسکا یہاں جھنڈا لگانے کو کہا تھا
وہ نام تصادم میں بجھائی نہیں دیتا
کس طرف میں نکلا ہوں دکھائی نہیں دیتا

اِک سُنی مسلمان ہے اِک شیعہ مسلمان
میں اِن کے کھڑا بیچ ہوں حیران و پریشان
یہ اُس کو کہے کافر وہ اِس کو کہے کافر
یہ کیسے ہیں اِسلام کے ہمدم و نگہبان
اِن دونوں سے ہٹ کر میں اُسے دیکھنا چاہوں
ہے چیز اَصل کیا؟ جو بناتی ہے مسلمان

☆☆

محررہ فکر

ٹیلی فون یا کان کی دُنیا

لڑکا ...... لڑکی ...... کان ملائیں
کانوں کان عاشق ہو جائیں
جس گھر میں یہ کان نہیں ہے
اُس گھر میں شیطان نہیں ہے

عیدی

☆☆☆

شفقت فقیر جیسے ہے دُنیا کا بادشاہ
جسکی خُدا کے کرم سے اُٹھتی نہیں نگاہ
ایسے ہی پارسا اگر دیکھے خُدا گواہ
جس گھر میں نیک بیوی ہو جنت ہے وہ جگہ
پھر آہستہ سے کان میں ہاتف نے یہ کہا
ہے جام سرفراز تو نصرت ہے میکدہ
دونوں میں ایک نور ہے دونوں ہیں ایک جان
اِک حاصلِ خلوص ہے اِک حاصلِ نکاح
نصرت کلی ہے بچے ہیں پتیاں گلاب کی
جیسے فلک پر راہبری ہے آفتاب کی
گھر ان کا شہریار ہے نصرت کے نور سے
بیزار سرفراز ہے جنت کی حور سے

بیوی کی عبدیت میں ہے یہ شرط اولیں
شوہر کے آستاں کی ہو دہلیز پر جبیں
کہتے ہیں سرفراز تُو حق آشنا ہوا
اللہ کی دوستی میں تُو سب سے جدا ہوا
تُو جس طرف گیا ظفر کرتا ہوا گیا
تُو جس سے بھی ملا حشر کرتا ہوا گیا
جو بھی حضورِ حق میں گیا باوفا گیا
شفقت بتا کہ تُو بھی کیا؟ اِس طرح گیا

بنام............نصرت، بیگم سرفراز احمد

جنت گاہ حضرت والدہ سرفراز احمد

☆☆

جس کے آنے سے ویرانوں میں تبسم کھل اُٹھیں
پیدا ہوتی ہے نصیبوں سے یہ مُورت دیکھئے
علم وحکمت میں وفاء ہاجرہؑ کی جاں نشیں
صدق وایمان سے مُرصع حُسنِ سیرت دیکھئے
اِس طرح کی کم ہی کھِلتی ہیں چمن میں پتیاں
جس سے دُنیا تا اَبد بنتی ہے جنت دیکھئے
خوش نصیبی سے ہی ملتی ہے محبت دِلرُبا
اے نذیرِ دِلکشا حق کی سخاوت دیکھئے
تُو گیا تو تیری روح کی یہ بہار آفریں
بانٹتی پھرتی ہے دُکھیوں میں مروت دیکھئے

اے فرازِ انجمن اے سرفرازِ جانِ من

ماں کی صورت میں خدا کی عین صورت دیکھئے

اور قبلہ گاہِ عالم باپ کے آداب میں

ایسی سکھیا لابجھ ماؤں کی اطاعت دیکھئے

دین و دُنیا میں جو شفقت انکی خدمت سے پھرا

حق کی جانب سے ہے اُس بندے پہ لعنت دیکھئے

جس کسی عورت کو تنہا چاہئے یہ انبساط

آستانِ شوہر کی کر کے عبادت دیکھئے

دل میں ہو کہ گنجِ مخفی کا خدا مالک کرے

جس نے دی ہے اُس کو اُس کی دے کے دولت دیکھئے

حرصِ دُنیا سے نکل اور دو قدم آگے بڑھا

بانہوں میں لینے کھڑی ہے رب کی رحمت دیکھئے

بہو رانی، فرزانہ فاضلی کا پیغام

بہنوں کے نام

☆☆

دنیا میں رہا چاہو تو کوئی مال خریدو

گر مانو، کہا میرا تو سسرال خریدو

خاوند کی محبت ہے، خداوند کی محبت

یہ مال، بہر صورت، ہر حال خریدو

سسرال کی خدمت میں شب و روز گزارو

جنت کی فضاؤں کے خدوخال خریدو

یہ گھر ہے حقیقت میں تیرا قبلہ و کعبہ

یہ خاص عقیدہ ہے میرے لال خریدو

اس گھر کی کبھی بھول کے کرنا نہ شکایت
دوزخ کا یہ دُنیا میں نہ تم مال خرید و
تا حشر، اگر چاہتی ہو تم اپنی حفاظت
سسرال کا سایہ ہے، بڑی ڈھال خرید و
جب زہرہؓ کی سنت پہ نکاح تم نے کیا ہے
پھر اُنکی شریعت کے چلن چال خرید و
فرزآنہ کو یہ فیض تصوف سے ملا ہے
نہ اور علم اور کوئی قال خرید و

☆☆☆

محمد افضل غفاری کی حج سے واپسی پر

☆☆

عُروسِ کبریائی سے بہارِ مُصطفائی ﷺ تک
وفاءِ عہدِ عبدیت کی یہ پھیلی کہانی ہے
منیٰ میں بیٹے کی گردن پہ والد کا چھری رکھنا
خدا کے عشق میں انسانیت کی کامرانی ہے
صفا مروا کی موجوں میں ہر اک جانباز بیوی کا
رضائے شوہر کے حق میں جہادِ زندگانی ہے
جو حج تم کر کے آئے ہو وہ حج تو حاجرہؑ کا ہے
تمہارا حج یہاں ہوگا خدا کی مہربانی ہے
تم اپنی ماں کی معیت میں درِ والد پہ سر رکھو
یہی حج کی حقیقت ہے، یہی حج کی نشانی ہے

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۔	بانگ دراہ کلید عشق خداوندی	(i)	۲۵۔	کرب	۴۵
۲۔	بانگ دراہ تصوف کی روشنی میں	(7)	۲۶۔	آنکھ اور دل	۴۶
۳۔	تمنا	۱	۲۷۔	دھڑکے ہے کبھی اور کبھی	۴۷
۴۔	محبت	۲	۲۸۔	داخلہ	۴۸
۵۔	سوال	۳	۲۹۔	معاشقہ	۴۹
۶۔	تصوف اور محبت	۴	۳۰۔	خدا اور بشر میں فرق	۵۱
۷۔	الٰہیات	۹	۳۱۔	آشنائے حکمت دانا و اکبر	۵۲
۸۔	آنکھیں	۱۲	۳۲۔	دانا و اکبر	۵۳
۹۔	میں کہاں اور تو کہاں	۱۳	۳۳۔	دل ہے گزرگاہ لیلیٰ اکبر	۵۵
۱۰۔	اگر اُس آنکھ میں سرمہ نہ ہوتا	۱۴	۳۴۔	آدابِ چمن	۵۸
۱۱۔	دُعا ڈھونڈ رہا ہوں	۱۶	۳۵۔	گرویدہ دل ٹھیک	۵۹
۱۲۔	نشانہ	۱۷	۳۶۔	التجائے نگارش	۶۱
۱۳۔	آنگن	۱۹	۳۷۔	الرحمٰن	۶۲
۱۴۔	قتل گاہیں	۲۱	۳۸۔	سنگتی دنیا مہکتا دین	۷۱
۱۵۔	ورا اُلورا	۲۳	۳۹۔	جائزہ	۸۵
۱۶۔	میرے عصیاں سے رحمت	۲۶	۴۰۔	شادی	۸۷
۱۷۔	میخانے	۲۸	۴۱۔	نکاح	۸۸
۱۸۔	مینا آنکھ آفت کی	۲۹	۴۲۔	ماں باپ	۹۱
۱۹۔	عشق عورت دا کُھلّے کُھلّے	۳۳	۴۳۔	ماضی حال کے آئینے میں	۹۳
۲۰۔	عشق خدا دا لُکّے لُکّے	۳۴	۴۴۔	زوجہ حضرت نوح علیہ سلام	۹۴
۲۱۔	وہ ہم کو دیکھتا ہوگا	۳۶	۴۵۔	سجدہ ادب	۱۰۳
۲۲۔	دل خدا کی عدالت میں	۴۰	۴۶۔	حضرت سلیمانؑ اور مرد آزاد	۱۰۶
۲۳۔	تیری آنکھ	۴۳	۴۷۔	حضرت موسیٰ اور حضرت قصابؒ	۱۱۳
۲۴۔	پھول پر خط	۴۴	۴۸۔	خلیفہ ہارون رشید کی کنیزک	۱۱۹

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۹۔	بھگوان داس کا مثالی گھرانہ	۱۲۸
۵۰۔	عالم بے ریا	۱۳۸
۵۱۔	صداء مرغ سدرہ	۱۴۲
۵۲۔	تصوف اور عاق نامہ	۱۴۵
۵۳۔	موت کا ابن آدم سے خطاب	۱۴۶
۵۴۔	عالم برزخ سے بازاریوسف اعظم	۱۴۷
۵۵۔	ملامت	۱۴۹
۵۶۔	بادشاہی کی	۱۵۰
۵۷۔	لیلیٰ ازل	۱۵۱
۵۸۔	عشق بازی نظر بازی	۱۵۳
۵۹۔	کیا کیا دیکھا	۱۵۵
۶۰۔	کام تیرا ہو گیا	۱۵۶
۶۱۔	قیامت صغریٰ	۱۵۷
۶۲۔	کاملین عدالت اور صالحین وکالت	۱۵۸
۶۳۔	عورت کی جہالت اور شبیۂ وکالت	۱۶۲
۶۴۔	ترجیحات اصلاح معاشرہ	۱۶۶
۶۵۔	یقین اور بہبود آبادی	۱۶۸
۶۶۔	بار غفلت اور بہبود آبادی	۱۶۸
۶۷۔	حقوق خواتین کا عالمی دن	۱۶۹
۶۸۔	آگہی	۱۷۱
۶۹۔	سورج گرہن	۱۷۲
۷۰۔	علمائے سو	۱۷۳
۷۱۔	سندھ کے صحراؤں میں قیامت	۱۷۳
۷۲۔	خدا مسلمان سے	۱۷۳
۷۳۔	مسلمان خدا سے	۱۷۳
۷۴۔	ٹیلی فون یا کان کی دنیا	۱۷۵
۷۵۔	عیدی	۱۷۶
۷۶۔	جنت گاہ حضرت والدہ سرفراز	۱۷۸
۷۷۔	بھورانی فرزانہ فاضلی کا پیغام	۱۸۰
۷۸۔	محمد افضل غفاری کی حج سے واپسی	۱۸۲

دُعا ڈھونڈ رہا ہوں

میں اپنی مساعی میں وفا ڈھونڈ رہا ہوں
ہو جس کی رسائی وہ دُعا ڈھونڈ رہا ہوں
پُر سوز ہو جس ساز سے یہ نغمۂ صحرا
میں ایسی فضا ایسی ہوا ڈھونڈ رہا ہوں
ساقی کی کریں پُوجا ہے یہ رندوں کا مسلک
جو رِندوں کو پُوجے وہ خُدا ڈھونڈ رہا ہوں
اُس فتنۂ محشر کا حشر ساز تقاضا
کہاں ہو گا تقاضا وہ جگہ ڈھونڈ رہا ہوں

عشق

مجاز اور حقیقت

عشق مجازی فاتحۂ اکبر
عشق حقیقی فاتحِ خیبر

تصوّف اور محبت

پہلا جو معشوق تھا رحمٰن تھا
پہلا جو عاشق ہوا انسان تھا

رحمٰن اور انسان

تُو عطا گر نہ کرے رحمٰن کیا
میں خطا گر نہ کروں انسان کیا
جس طرح بخشش تمہاری شان ہے
اِس طرح عِصیاں مری پہچان ہے

ظالم عدو

تمنا لے کے میں بیٹھا رہا پر جام نہ آیا
کنارے بام کے اک دن بھی وہ گلفام نہ آیا
مری بربادیوں کو دیکھ کر ظالم عدو بولا
تمہیں باتیں تو کرنی آگئیں پر کام نہ آیا

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مومن کا دل عرشِ اللہ تعالیٰ مومن کی قبر جمالِ خداوندی کا عکسِ جمیل

مومن کی موت حیاتِ دوام کی شروعات